ابنِ صفی

جلد نمبر 38

جاسوسی دنیا

113- ریت کا دیوتا

114- سانپوں کا مسیحا

115- ٹھنڈا جہنم

116- عظیم حماقت

جاسوسی دنیا نمبر 114

سانپوں کا مسیحا

(مکمل ناول)

پیشرس

''سانپوں کا مسیحا'' حاضر ہے۔ بہت دنوں کے بعد فریدی، حمید اور قاسم سے آپ کی ملاقات ہو رہی ہے۔ انور کی بھی ایک جھلک دیکھ لیجئے اور شکایت کیجئے کہ فریدی بھی محض ایک جھلک ہی بن کر رہ گیا ہے اور پھر یہ کہئے کہ کہانی مزید پھیلاؤ چاہتی ہے اور میں عرض کروں کہ کاغذ.....؟

چلئے نہیں روتا کاغذ کا رونا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس وقت جب میں سطور لکھ رہا ہوں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب کے لئے کاغذ بھی فراہم کرسکوں گا یا نہیں یا پھر فراہم شدہ کاغذ کی قیمت کتاب کی قیمت کا قیمہ کرتی ہے یا؟ خیر جانے دیجئے۔ اللہ مالک ہے۔ یہ کتاب تو بہرحال اسی قیمت پر آپ تک پہنچے گی۔

ایک صاحب رقم طراز ہیں کہ آپ خود ہی نیوز پرنٹ کا ایک کارخانہ کیوں نہیں قائم کر دیتے؟ تجویز معقول ہے لیکن دشواری یہ ہے کہ آج کل افیون پرمٹ کے بغیر نہیں ملتی ورنہ ضرور قائم کر دیتا۔ بس چھ ماشے یومیہ کافی

ہوتی۔

ایک صاحب نے کویت سے لکھا تھا کہ پاکستان میں بہت سا کاغذ پرائمری اسکولوں کے ذریعے ضائع کرادیا جاتا ہے۔ اگر ابتدائی تعلیم کے لئے کاغذ کی بجائے سلیٹ اور بتی سے کام چلایا جائے تو کاغذ کی کتنی بچت ہوگی۔

یہ تجویز بھی معقول ہے لیکن اس میں ایک دشواری ہے، اگر قوم کے بچے سلیٹ اور بتی کے عادی ہو گئے تو پھر یونیورسٹی پہنچ کر بھی سلیٹ اور بتی ہی پر مصر رہیں گے۔ کہ نہایت وضعدار بچے ہیں۔ ماشاء اللہ۔

بہرحال ان صاحب نے کاغذ کی بچت کے سلسلے میں جو شماریاتی نقشہ بھیجا تھا اس کے متحمل یہ دو صفحات نہ ہوسکیں گے۔ ورنہ اُسے بھی پیش کر دیتا۔

اُف فوہ..... کہا تھا کہ کاغذ کی بات نہیں ہوگی، لیکن پھر وہی کاغذ۔ ابتداء کاغذ اور انتہا کاغذ کہ کرنسی نوٹ بھی کاغذ ہی پر چھپتے ہیں اور اسی کاغذ کی وجہ سے کاغذ کے دام چڑھتے جارہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کاغذ جیبوں میں پہنچے اور پبلشرز کاغذ کی ناؤ پر سوار اس جہاز کی تلاش میں سرگرداں ہیں، جو کسی دوسرے ملک سے سستا کاغذ لانے والا ہے، اپنے ملک میں بننے والا کاغذ تو کم قیمت کتابیں چھاپنے والے پبلشرز کی قوت خرید سے باہر ہو چکا ہے اور کیوں نہ ہو جائے جب کہ جواہرات اور ریشم کی لگدی سے تیار کیا جاتا ہے۔

والسلام

ابنِ صفی

۱۹/۰۲/۷۳ء

سانپ اور لومڑی

بہت بڑا ٹرک تھا اور اس پر بہت بڑے بڑے سربند ڈرم لدے ہوئے تھے، ان ڈرموں کو رسیوں سے اس طرح باندھا گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے کھسک نہ سکیں۔ ڈرائیور کے علاوہ ایک اور آدمی بھی ٹرک پر موجود تھا۔

ٹرک کی رفتار زیادہ تیز نہ تھی۔ غالباً احتیاط مدِنظر تھی، ورنہ سڑک پر تو سناٹا تھا۔ ڈرائیور کو تیز رفتاری کے کمالات دکھانے سے کون باز رکھ سکتا۔

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔

ڈرائیور کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ ''اب یہی دیکھو! ہمیں معلوم نہیں کہ یہ ڈرم کہاں جائیں گے اور ان کا مصرف کیا ہے۔''

''جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے چودھری! ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ ہاں تو تم مجھے غیرملکی جاسوسوں کے قصے سنا رہے تھے۔''

ارے ہاں..... میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ہم اپنی آنکھیں کھلی رکھیں تو انہیں بہت آسانی سے پکڑا جاسکتا ہے۔ یہ باہر سے آتے ہیں اور ہمارے یہاں کے حالات سے پوری طرح

واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے کبھی کبھی بہت ہی معمولی قسم کے لوگ انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ کچھ ہی دنوں پہلے کی بات ہے، ایک آدمی شکروال کے ریلوے اسٹیشن پر بیٹھا ایک مسافر سے کہہ رہا تھا کہ وہ کمرانوالہ کا رہنے والا ہے اور وہیں جا رہا ہے، لیکن جب بکنگ شروع ہوئی اور کھڑکی پر ٹکٹ لینے پہنچا تو بکنگ کلرک کو کمرانوالہ کے ایک ٹکٹ کے لئے دو روپے دیئے۔ تم جانتے ہو کہ شکروال سے کمرانوالہ تک کے لئے صرف پچھتر پیسے لگتے ہیں۔ بکنگ کلرک نے ایک روپیہ پچیس پیسے اُسے واپس کر دیئے۔ لیکن وہ مسافر جو اس کے پیچھے کھڑا تھا کھٹک گیا کیونکہ وہ اسے بتا چکا تھا کہ وہ کمرانوالہ کا رہنے والا ہے۔ گاڑی آنے میں ابھی دیر تھی۔ شبہے میں مبتلا ہو جانے والے مسافر نے ڈیوٹی کانسٹیبل سے اپنے شبہے کا اظہار کر دیا۔ بس بھائی دھر لئے گئے...... پوچھ گچھ ہوئی تو اعتراف کرنا پڑا کہ فوجوں کی نقل وحرکت کی جاسوسی کرنے کے لئے سرحد پار سے تشریف لائے تھے۔ تم نے دیکھا کہ بکنگ کلرک نے اس پر توجہ نہیں دی تھی کہ اس نے کمرانوالہ کے ایک ٹکٹ کے لئے دو روپے دیئے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ جلدی میں رہا ہو لیکن ایک مسافر نے اس کی غلطی کی بناء پر اُسے گھر تک پہنچا دیا۔''

''ہاں چودھری..... ہمیں ہر وقت چوکس رہنا چاہئے۔''

''ہوں..... مگر چوکس رہنے کے لئے بھی عقل چاہئے۔ اب یہی دیکھو کہ ہم نہیں جانتے آخر یہ ڈرم حقیقتاً کہاں جائیں گے۔''

''بھلا اس کا اس بات سے کیا تعلق چودھری۔''

''بالکل تعلق ہے استاد۔ مجھے حیرت ہے کہ تم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔''

''کس پر.....؟''

''اسی پر کہ تم ان ڈرموں کو ایک ویران جگہ پر اتارتے ہو اور وہیں سے واپس چلے جاتے ہو۔ کس کے لئے لاتے ہو، تم نہیں جانتے۔ دور دور تک کسی کا پتہ نہیں ہوتا۔''

''کمپنی جانے، میری بلا سے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ ادھر کے پھیرے پر بھتہ بھی ڈبل ملتا ہے۔''

''دیکھو استاد! یہ سرحدی علاقوں کے جنگل ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ ڈرم سرحد پار اسمگل ہو جاتے ہوں۔ تم پر صرف تمہارے خاندان ہی کی ذمہ داری نہیں۔ ملک وقوم کا بھی حق ہے تم

پر۔ پھیرے لگا لگا کر بھتہ بھی بناتے رہو اور یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ان ڈرموں کا مصرف کیا ہے۔''

''اچھا..... اچھا..... میں سمجھ گیا۔ لیکن منیجر صاحب کا حکم ہے کہ ڈرم اُتار کر فوراً واپس چل دوں۔''

''مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ کبھی ٹرک اسٹارٹ ہی نہ ہو سکے۔ مطلب یہ کہ جب تم ڈرم اتار چکو۔''

''لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔''

''پھر وہی بے عقلی کی بات۔ بھلا کس طرح چوکس رہو گے۔''

''میں نہیں سمجھا چودھری۔''

''ڈرم اتار دینے کے بعد یہ ظاہر کرو کہ ٹرک اسٹارٹ ہی نہیں ہو رہا۔ ڈسٹری بیوٹر وغیرہ کھول ڈالو۔''

''ہاں..... یہ ہو سکتا ہے۔''

''تو پھر آج ہی..... کم از کم آدھے گھنٹے تک رک کر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔''

''وہاں سانپ بہت ہیں چودھری۔''

''ہاتھی تو نہیں ہیں، جنہیں ہم پیروں سے کچل نہ سکیں۔''

''رات ہو جائے گی۔''

''پرواہ نہ کرو۔'' چودھری بولا۔ ''ہم اُجالے ہی اجالے وہاں پہنچیں گے اور ظاہر ہے کہ آدھے گھنٹے میں رات نہیں ہو جائے گی۔''

''اچھا دیکھیں گے۔'' ڈرائیور نے طویل سانس لی۔

کچھ دیر بعد ٹرک ایک کچے راستے پر مڑ گیا جس کے دونوں اطراف میں قد آدم گھنی جھاڑیوں کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا تھا۔ ادھر شیشم کے درختوں کی بہتات تھی۔

''بھلا بتاؤ..... سرحد یہاں سے کتنی دور ہے؟'' چودھری بڑبڑایا۔

ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ بالآخر وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں ڈرم اتارنے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کام کیلئے قریباً سو مربع گز کا ٹکڑا خاص طور پر صاف کیا گیا ہو۔

وہ دونوں نیچے اُترے اور ڈرائیور بار برداری والے حصے پر چڑھ کر رسیاں کھولنے لگا۔

چودھری جھاڑیوں کے قریب کھڑا تھا۔ ڈرائیور نے ڈرم نیچے لڑھکانے شروع کئے جن کی آوازوں سے جنگل کا سناٹا لرزنے لگا تھا۔

دفعتاً ڈرائیور نے چودھری کی چیخ سنی اور خود گرتے گرتے بچا۔ چودھری اپنی داہنی پنڈلی ہاتھوں سے دبائے بیٹھا بُری طرح چیخ رہا تھا۔

''کک..... کیا ہوا چودھری؟''

''کک..... کاٹ لیا..... ہائے سانپ..... اب کک..... کیا ہوگا۔''

''کک..... کاٹ لیا؟'' ڈرائیور پر مزید بوکھلاہٹ طاری ہوگئی۔

وہ چودھری کے گرد ناچ رہا تھا۔

''ارے..... کچھ کرو..... ہائے میں مرا۔''

''کک..... کیا کروں..... مم..... میں کیا کروں۔''

چودھری نے پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کردیا۔ ''بچاؤ..... بچاؤ۔''

''کون ہے؟ کہاں ہے..... کیا ہے؟'' کسی قدر فاصلے سے آواز آئی۔

''سانپ..... سانپ.....!'' ڈرائیور حلق پھاڑ کر چیخا۔

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے بائیں جانب والی جھاڑیوں میں بھونچال آ گیا ہو۔

''کیا ہوا.....؟'' جھاڑیوں سے ایک چہرہ برآمد ہوا۔

''سس..... سانپ نے ڈس لیا۔'' ڈرائیور چودھری کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چیخا۔

اجنبی جھاڑیوں سے باہر آ گیا تھا۔ ادھیڑ عمر کا ایک تنومند آدمی تھا۔ خاکی کوٹ اور خاکی بر جس میں ملبوس تھا۔ پنڈلیوں تک چرمی رائیڈنگ بوٹ چڑھے ہوئے تھے۔

وہ چودھری پر جھک پڑا۔

مارگزیدہ پنڈلی پر پھوٹ آنے والی خون کی بوند اجنبی کی انگلی پر منتقل ہوچکی تھی۔ اس نے اسے انگوٹھے سے مسل کر سونگھا اور ہنس پڑا۔

نہ صرف ڈرائیور بلکہ چودھری بھی چونک کر اُسے گھورنے لگا تھا۔

''مر گیا ہوگا..... میرے دوست۔'' اجنبی چہکا۔ ''وہ سانپ اتنی دیر میں مر چکا ہوگا۔ تم

نہیں مر سکتے۔ بے فکر رہو۔ تم اس سانپ سے بھی زیادہ زہریلے ہو۔ تمہیں ڈس کر کوئی سانپ ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔''

''صاحب یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔'' ڈرائیور روہانسا ہو کر بولا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا۔'' اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''اسے ثابت کردوں گا کہ سانپ نے ڈسا نہیں بلکہ وہ بیچارہ خود ہی ڈسا گیا ہے۔ اے تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ..... اُٹھو..... اُٹھو.....!''

اس نے چودھری کو کھینچ کھانچ کر زبردستی کھڑا کردیا۔ ڈرائیور کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

''یقین کرو میرے دوست تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' اجنبی نے چودھری کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن نہیں..... ٹھہرو..... میں اسے تلاش کرتا ہوں۔ وہ زیادہ دور نہ جاسکا ہوگا۔''

پھر اس نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ چودھری کو آرام سے ٹرک پر بٹھا دے۔ اس کے بعد ڈرائیور ہی کی مدد سے اس نے سانپ کی تلاش شروع کی تھی۔

''کیا وہ یہاں کھڑا تھا.....؟'' اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''جج..... جی ہاں..... اسی جگہ۔''

''ٹھیک! تو تم یہیں ٹھہرو..... میں جھاڑیوں میں گھستا ہوں۔ تم مت آنا..... کہیں تم بھی نہ ڈسے جاؤ۔ اس قسم کے جوتے میں اسی لئے پہنتا ہوں۔''

اجنبی جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ڈرائیور نے اس کا قہقہہ سنا تھا۔ پھر جب وہ جھاڑیوں سے برآمد ہوا تو اس کے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا مردہ سانپ تھا۔ ''لو بھئی..... یہ دیکھو..... یہ رہا تمہارا شکار۔''

اس نے مارگزیدہ چودھری کو مخاطب کیا۔

چودھری خوفزدہ نظروں سے سانپ اور اجنبی کو دیکھے جا رہا تھا۔

''میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔ نیچے اُترو۔'' اجنبی نے چودھری سے کہا۔

چودھری نے سہمے ہوئے انداز میں اس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

''اب اسے اپنے ہاتھ سے دور پھینک دو۔'' اجنبی نے مردہ سانپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

چودھری بوکھلاہٹ میں پیچھے ہٹ گیا۔

''ڈر لگتا ہے صاحب۔'' ڈرائیور بولا۔''آپ ہی پھینک دیجئے۔''

''خیر..... خیر.....!'' اجنبی نے سانپ کو ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔''لیکن اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ تم بے حد زہریلے ہو۔ تمہارے خون کا ایک قطرہ کسی بھی جاندار کو پل بھر میں موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہے لیکن افسوس کہ میں صرف سانپوں کا معالج ہوں۔ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''صص..... صاحب..... کہیں کچھ دیر بعد نہ کوئی گڑبڑ ہو جائے۔'' ڈرائیور نے کہا۔

''کچھ بھی نہ ہوگا..... یہ زندہ رہیں گے۔ ویسے اگر تم ڈر رہے ہو تو میری قیام گاہ پر چل سکتے ہو۔ رات وہیں گزارنا۔''

''آپ کہاں رہتے ہیں؟''

''ریلوے اسٹیشن کے قریب۔ یہاں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر۔ میری گاڑی کھڑی ہے۔ میری دانست میں یہی مناسب ہوگا کہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔''

''چلے جاؤ چودھری۔'' ڈرائیور نے کہا۔''صبح والی گاڑی سے واپس چلے آنا۔''

''اچھا..... مگر صاحب کو بڑی تکلیف ہوگی۔'' چودھری نے نحیف آواز میں کہا۔

''نہیں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔'' اجنبی بولا۔''تم بے تکلفی سے چلو۔ بہت سے لوگ محض گھبراہٹ کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ہر سانپ زہریلا نہیں ہوتا۔''

''لل..... لیکن..... میرا زہر۔''

''اس کی تدبیر بھی ہو جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔''

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ ڈرائیور نے چودھری کو اجنبی کی گاڑی تک پہنچنے میں مدد دی۔

''چودھری.....!'' اس نے رخصت ہوتے وقت کہا۔''صاحب بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔''

کیپٹن حمید نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں کتے کی طرح بھونک کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

آدھے گھنٹے بعد دسویں بار اس نے یہ حرکت کی تھی اور یہ فون قاسم کا تھا۔

قاسم گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس کی بیوی بھی کہیں گئی ہوئی تھی۔ حمید نے ملازموں سے کہا تھا کہ وہ وہیں ٹھہر کر قاسم کا انتظار کرنا چاہتا ہے۔ انہیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ حمید ان کے لئے اجنبی تو تھا نہیں کہ وہ اس کی نگرانی کی غرض سے بار بار ڈرائنگ روم میں آتے۔

بہرحال حمید نے اب تک ہر تین منٹ کے بعد کسی نامعلوم آدمی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور بڑے سلیقے سے بھونکتا رہا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ قاسم اور ٹیلی فون کے محکمے کا ایک آفیسر ساتھ ہی ساتھ وہاں آپہنچے اور کمپاؤنڈ میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا۔

''آپ کا فون کاٹ دیا جائے گا۔'' آفیسر نے سخت لہجے میں کہا۔

''ذرا کاٹ کر تو دیکھو..... پورے محکمے کو اُلٹ دوں غا۔''

حمید نے یہ آوازیں سنیں اور باہر نکل آیا۔ قاسم مزید کچھ کہنے والا تھا لیکن حمید کو دیکھ کر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''کیا قصہ ہے؟'' اس نے ان کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

''تم یہاں کب سے ہو؟'' قاسم نے اسے گھورتے ہوئے الٹا سوال جڑ دیا۔

''بہت دیر سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ تمہاری مسز بھی تشریف نہیں رکھتیں۔''

''اب میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' قاسم نے آفیسر کی طرف مڑ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''بہرحال۔ یہ تحریری وارننگ رکھئے۔'' آفیسر نے قاسم کی طرف ایک لفافہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''دوسری شکایت پر فون کاٹ دیا جائے گا۔''

''بات کیا ہے؟'' حمید نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''بھائی فرماتے ہیں کہ میرے فون پر کتا بھونکتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ فون پر تمہاری آواز ایسی ہی لگتی ہو۔''

''دیخو..... میں قہتا ہوں..... مجھے غصہ نہ دلاؤ۔''

''کیوں صاحب؟ آپ ہی کچھ بتائیے۔'' حمید نے آفیسر کو مخاطب کیا۔

''آپ ہی سے پوچھ لیجئے۔'' کہتا ہوا آفیسر اپنے اسکوٹر کی طرف بڑھ گیا۔

قاسم حمید کی طرف مڑا اور اُسے اس طرح گھورتا رہا جیسے مار ہی بیٹھے گا۔

''اگر یہ بات ہے تو میں واپس جارہا ہوں۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''نہیں! قیا جرورت ہے۔ ہمیشہ کیلئے یہیں ڈیرہ ڈال دو اور میری ناک کاٹتے رہو۔''

''اے..... کیا تم مجھ پر ادھار کھائے بیٹھے رہتے ہو۔'' حمید نے بھی آنکھیں نکالیں۔

''تو پھر قون بھونک رہا تھا فون پر۔ قوئی میرے یہاں کتے پلے ہوتے ہیں۔''

''اوہ..... اب سمجھا..... تو یہ ٹیلی فون کے محکمے کا کوئی آدمی تھا۔''

''ٹھینگے کا آدمی تھا۔'' کہتا ہوا قاسم آگے بڑھ گیا۔

''اچھی بات ہے..... میں جارہا ہوں۔''

''تم نہیں جاسکتے..... تمہیں بتانا پڑے گا۔'' قاسم پلٹ پڑا۔

''کس لونڈیا کے باپ پر بھونک رہے تھے۔''

''واقعی تمہارا دماغ چل گیا ہے۔''

''پھر وہ خامخاہ آیا تھا۔''

''کبھی کبھی غلط فہمی بھی ہوجاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی اور کے فون سے یہ حرکت ہوئی ہو۔''

''تم قیوں آئے تھے؟''

''میں ایک فلم بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن بزنس تمہارے نام سے ہوگا۔''

''قیا مطلب.....؟''

''سرکاری ملازم ہوں نا..... اس لئے اپنے نام سے بزنس نہیں کرسکتا۔''

''ڈیری فارم کیوں نہیں کھولتے۔ فلم بنا کر قیا قرو گے۔ فلاپ ہوغئی تو۔ بھینس دودھ نہ دے غی تو ذبح کر کے کھائی جائے غی۔''

''بے حد عقل مند ہوتے جارہے ہو۔ مگر میں فلم ہی بنانا چاہتا ہوں۔''

''آخر قیوں.....؟''

''ایک لڑکی کو ہیروئن بنانا ہے۔''

''میرا کیا فائدہ ہوگا۔''

''مفت کی تفریح۔''

''نہیں چلے گی۔ میں نے آج تک قوئی لمبی تڑنگی اور موٹی تازی ہیروئن نہیں دیکھی۔''

''ہیروئن کے علاوہ اور بھی تو کردار ہوتے ہیں۔ ہیروئن کی ماں لمبی تڑنگی، ہیرو کی بہن خوب تگڑی سی، ہیروئن کی بہن بھی تمہارے ہی معیار کی۔ ان سب کرداروں کیلیئے تم ہی انتخاب کرنا۔''

''نہیں بیٹا..... ہمیشہ میں ہی مارا جاتا ہوں۔ اپنی ایسی کی تیسی میں جائے۔ میں تو اپنی چپاتی بیغم کے ساتھ مل قر اب سوشل ورک کروں غا..... اس میں بھی تو لونڈیوں سے ملاکات ہوتی ہے۔''

''ہے ہے..... شکل دیکھئے گا جناب کی۔ چپاتی بیغم کے ساتھ لونڈیاں دیکھیں گے۔''

''ہاں..... ہاں..... دیخیں گے۔ چلتے پھرتے نجر آؤ۔''

''اچھا..... ٹاٹا.....!'' حمید نے کہا اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

لیکن ابھی انجن بھی اسٹارٹ نہ کر پایا تھا کہ ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور سیدھی پورچ میں چلی گئی۔ قاسم پورچ کے قریب پہنچ چکا تھا اور سیاہ گاڑی سے ''چپاتی بیغم'' اتری تھیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گاڑی کی بجائے سچ مچ جلتے توے پر سے اُتری ہوں۔''

حمید نے گاڑی اسٹارٹ کی اور سیدھا پورچ کی طرف لیتا چلا گیا۔

''لو..... دیکھو بیٹا۔'' قاسم غصیلے لہجے میں دہاڑا۔ ''تم مجھے زندہ رہنے دو غے یا نہیں۔''

''بکواس بند کرو۔'' اس کی بیوی دہاڑی۔ ''تمہیں اس حرکت کا مقصد بتانا پڑے گا۔''

''کیا قصہ ہے.....؟'' حمید گاڑی سے اُترتا ہوا بولا۔

''قصہ ان کے والد صاحب کے کان میں بھونک رہا تھا۔ سالے بیٹا!'' قاسم جلے کٹے لہجے میں بولا۔

''یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے ہی فون سے کالیں ہوتی رہی تھیں۔'' اسکی بیوی غرائی۔

''میں گھر پر نہیں تھا اور یہ دگا باز یہاں میرا انتظار کر رہا تھا۔'' قاسم نے حمید کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

وہ قہر آلود نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

''یہ کتنا بڑا کمینہ پن ہے۔'' حمید قاسم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''تم مجھے محض اس لئے الزام دے رہے ہو کہ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ لعنت ہے اگر اب کبھی تمہاری طرف رخ کر کے تھوکوں بھی۔''

''آپ کہاں تھے۔'' قاسم کی بیوی نے پوچھا۔

''ڈرائینگ روم میں۔''

''ہمارے یہاں تین انسٹرومنٹ ہیں۔ پھر یہ کسی نوکر کی حرکت ہوگی۔''

''نوکر تمہارے باوا کا کیا لگتا ہے کہ فان میں بھونکے غا۔''

''زبان بند کیجئے اپنی۔''

''بہرحال میں جا رہا ہوں۔ اب کبھی نہ آؤں گا۔'' حمید نے کہا اور گاڑی موڑ دی۔ قاسم کی بیوی اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی تھی۔

پھاٹک سے گزر کر اس نے ایک جگہ گاڑی روکی اور جیبی ٹرانسمیٹر نکال کر کسی کو کال کرنے لگا، جواب ملنے پر بولا۔ ''زیٹو اسپیکنگ، تھری ناٹ، فورسکس فائیو ایٹ پر تین تین منٹ کے وقفے سے دس بار بھونکو.....!''

''اُوکے سر.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور حمید نے ٹرانسمیٹر ڈلیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔ اب پھر وہ اپنی گاڑی قاسم کی کوٹھی کی طرف موڑ رہا تھا۔

قاسم کی بیوی ڈرائنگ روم ہی میں موجود تھی اور قاسم بھی منہ پھلائے ایک طرف بیٹھا نظر آیا۔ حمید کی واپسی پر بھی اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

''حقیقتاً میں نہیں سمجھ سکا کہ بات کیا تھی۔'' حمید نے قاسم کی بیوی سے کہا۔

''بیٹھ جائیے.....میں بتاتی ہوں۔ ابا جان کے فون پر کوئی کال کرتا تھا اور کتے کی طرح بھونکنے لگتا تھا۔ انہوں نے دوسری لائن پر ایکسچینج کو مطلع کیا تھا۔ پھر پندرہ منٹ کے اندر اندر وہ فون ڈیٹکٹ کر لیا گیا جس سے کال آ رہی تھی۔''

''اور فون آپ کا تھا۔''

''جی ہاں۔''

''اور اس دوران میں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔''

''غلط نہ سمجھئے۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ یہاں تین انسٹرومنٹ ہیں اور پھر آپ ابا جان سے کیوں مذاق کرنے لگے۔''

''کوئی.....نوقر بھی قر سکتا۔'' قاسم دہاڑا۔ ''نہ وہ آپکے ابا جان کا سالا ہے اور نہ بہنوئی۔''

''اپنا پھوپھا کہئے۔ ان کا بہنوئی نہ کہئے۔'' قاسم کی بیوی جل کر بولی۔

''چلو یہی سہی۔''

پھر وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ قاسم کی بیوی نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو.....اوہ..... یو شٹ اپ.....!'' اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

قاسم ہونقوں کی طرح حمید کو دیکھے جا رہا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ اب وہ کتا کہیں اور سے بھونک رہا ہے۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''تو پھر کوئی نوقر ہی ہوسکتا ہے۔'' قاسم بولا اور پھر دہاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ اتنے میں اس کی بیوی بھی آ گئی۔ اس کے پیچھے ایک ملازم بھی تھا جس کے ہاتھوں میں عمارت کے بقیہ دونوں انسٹرومنٹ تھے۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور اس بار قاسم نے ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو.....اچھا.....اچھا.....سالے بھونکے جاؤ.....میں تمہیں دیخ لوں غا.....ابے ایکسچینج سالے تو اب قیا قر رہا ہے، میرے پاس تو بھیج دیا تھا نوٹس۔''

''چھوڑو..... مجھے دو.....ریسیور.....!'' حمید اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

''اب کھاموش ہے۔''

حمید نے فوراً ہی ایکسچینج کے نمبر ڈائیل کئے اور شکایت درج کرا کے ریسیور رکھ دیا۔ تین بار پھر کتا بھونکا تھا اور چوتھی بار ایکسچینج سے اطلاع ملی تھی کہ اس کے لئے شہر کا ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ استعمال کیا گیا تھا۔

''آخر کیا چکر ہے؟'' قاسم کی بیوی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''اب تو پڑ گئی قلیجے میں ٹھنڈک۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔''جو تمہارے ابا جان کے قان میں بھونک رہا تھا، اب وہی میرا مغز چاٹ رہا ہے۔''

''بہرحال.....اب میں چلا.....اور کبھی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا۔''

''ٹھہر جاؤ.....سوشل ورق قی ایسی کی تیسی۔ میں تمہارے ساتھ فلم بناؤں غا۔''

فون کی گھنٹی پھر بجی..... قاسم اور اس کی بیوی صرف دیکھ کر رہ گئے۔ حمید نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کتے کی آواز سنائی دی تھی۔

''یار جو کوئی بھی ہو اب معاف ہی کر دو۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''واقعی۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

غالباً حمید کی آواز دوسری طرف پہچان لی گئی تھی۔ حمید نے ''واقعی'' کا جواب دیئے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

میز پر رکھے ہوئے انسٹرومنٹس میں سے ایک کی گھنٹی بجی اور فریدی نے فائیل سے توجہ ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

''انفارمرون تھرٹی سکس آپ سے ملنا چاہتا ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''روم نمبر گیارہ میں بٹھاؤ۔'' فریدی بولا۔

''وہ سول ہسپتال میں ہے جناب۔ چل پھر نہیں سکتا۔''

''تھرٹی سکس کے بارے میں تفصیل۔''

''اُسے آپ نے اسٹار آئرن ورکس کی سپلائیز کے بارے میں.....!''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی بات کاٹ کر بولا۔''ہسپتال کے کس وارڈ میں ہے۔''

''ایمرجنسی وارڈ میں۔''

''اچھا.....!'' کہہ کر فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

سول ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں بستر نمبر سات کا مریض بے سدھ پڑا تھا۔

''چودھری.....!'' فریدی نے اسکے سرہانے جھک کر نرم لہجے میں آہستہ سے آواز دی۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھنا چاہا۔

''لیٹے رہو۔'' وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تمہیں کیا ہوا، بالکل پیلے پڑ گئے ہو۔ پرسوں ہی تو ہم ملے تھے۔''

''بس زندگی تھی..... بچ گیا کرنل صاحب۔'' مریض نے گلوگیر آواز میں کہا اور پھر چودھری نے اپنی کہانی شروع کر دی۔

''ذرا ایک منٹ۔'' فریدی نے ایک مرحلے پر ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''کیا اس اجنبی نے ٹرک ان لوڈ کئے جانے سے متعلق بھی کوئی سوال کیا تھا۔''

''جی نہیں..... بالکل نہیں..... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' چودھری نے کہا اور پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ''وہ مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس جگہ لے گیا تھا جہاں وہ بیمار سانپوں کا علاج کرتا ہے۔ رات گئے تک مجھے سمجھاتا رہا تھا کہ میں نہیں مروں گا۔ پھر اس نے مجھے کوئی دوا پلائی تھی۔ اسکے بعد مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا۔ بہرحال آج صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں نے ایسا محسوس کیا جیسے چھ ماہ سے بیمار پڑا رہا ہوں۔ زبان ہلانے سے چکر آتے تھے۔''

''شہر کس طرح پہنچے؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''اس کے ایک آدمی نے ٹرین پر سوار کرادیا تھا۔ یہاں اسٹیشن پر اُترا تو دو قدم بھی نہ چل سکا۔ شاید مجھ پر غشی طاری ہوگئی تھی۔ دوبارہ ہوش میں آیا تو خود کو اس ہسپتال میں پایا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رات بھر میں صحت اس طرح کیسے گر سکتی ہے۔''

''فکر نہ کرو.....تمہارے گروپ کا خون فراہم کرلیا گیا ہے۔''

''اُوہ.....تو کیا خون چڑھایا جائے گا۔''

''ہاں.....اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ خون غیر معمولی طور پر ضائع ہوا ہے۔''

''لیکن..... دو یا تین قطروں سے زیادہ خون نہیں نکلا تھا۔'' چودھری نے بھرائی ہوئی

آواز میں کہا۔

''ہوں..... ذرا اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔'' فریدی نے کہا۔

پھر وہ اس کی دونوں کلائیاں دیکھتا رہا۔

''کرنل صاحب! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سانپ کسی آدمی کو کاٹے اور خود مر جائے۔''

''فکر نہ کرو..... سب دیکھ لیا جائے گا۔ میں رات کو پھر آؤں گا۔''

پھر فریدی ڈاکٹر کے کمرے میں آیا تھا۔

''جی ہاں..... میرا خیال ہے کہ اس کے جسم سے سائینٹیفک طور پر خون نکالا گیا ہے۔''

''میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔'' ڈاکٹر بولا۔ ''لیکن اس کے خون میں کسی قسم کے بھی زہر کا سراغ نہیں مل سکا۔''

''براہِ کرم خون کے تجزیئے کی رپورٹ میرے محکمے کو بھجوا دیجیئے گا۔''

''بہت بہتر جناب۔''

فریدی ہسپتال سے نکلا تو پانچ بج رہے تھے۔ اس کی گاڑی اب گھر یا دفتر کی بجائے نیاگرا ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔ شہری آبادی سے کچھ دور نکل آنے پر اس نے گاڑی ایک جگہ روکی اور ڈیش بورڈ کے بائیں جانب والے خانے سے لاسلکی فون کا ریسیور نکالا۔

''ہیلو.....!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''میں فریدی بول رہا ہوں۔ دیکھو..... سول ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں بیڈ نمبر سات کے مریض پر کڑی نظر رکھو۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس سے متعلق ہسپتال کے عملے سے کسی قسم کی پوچھ گچھ تو نہیں کی جا رہی۔''

ڈیش بورڈ کے خانے میں ریسیور رکھ کر اُس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور نیاگرا ہوٹل کی طرف بڑھتا رہا۔ اُس کی آنکھوں سے گہرے تفکر کا اظہار ہو رہا تھا۔

حمید اور قاسم نیاگرا کی ایک میز پر اس طرح قابض ہو گئے تھے جیسے اسی پر شب بسری کا

بھی ارادہ رکھتے ہوں۔

قاسم چہک رہا تھا اور حمید کے قہقہے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

''دیکھا.....اسے کہتے ہیں مقدر.....!''اس نے قاسم کے چہرے کے قریب ہاتھ نچا کر کہا۔''کسی بھونکنے والے نے ہمیں اس قدر قریب کردیا ہے کہ ہم اس وقت..... اس وقت.....کیا معلوم ہو رہے ہیں؟''

''ایک دوسرے کے والد صاحب۔'' قاسم کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

''میں نے تمہیں ایک بڑی مصیبت سے بچالیا ہے۔''

''قیا مطلب.....؟''

''تمہاری چپاتی بیگم بہت چالاک ہوتی جارہی ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''سوشل ورک کی تجویز کس کی تھی؟''

''اسی قی۔''

''ہوں.....اور تم سمجھے تھے کہ سچ مچ عیش کرو گے۔''

''ابے ہاں..... بہت لونڈیاں ہوتی ہیں۔''

''ہوتی ہوں گی.....لیکن تم اپنی چپاتی بیگم کی موجودگی میں کچھ نہیں کر سکتے۔ مقصد یہی ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے سر پر مسلط رہے۔''

''یہ بات تو ہے.....اس قی وجہ سے قسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ ابے حمید بھائی وہ واقعی اُلو بنا رہی ہے مجھے۔''

''لیکن جب تک میں زندہ ہوں تم اُلو نہیں بن سکتے۔'' حمید اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''مگر یہ فلم ولم کا قیا چکر ہے۔ پیسہ قون لگائے گا۔''

''اپنے کرنل صاحب۔''

''نہیں.....جھوٹ۔''

''کیوں؟''

''یکین نہیں آتا.....قرنل صاحب اور فلم۔''

''تمہیں یقین کرنا پڑے گا.....نوابزادوں کو انڈسٹری کی سوجھتی ہے تو فلم انڈسٹری کے علاوہ اور کچھ نہیں سجھائی دیتا۔''

''قیوں مذاک اڑا رہے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ قرنل صاحب۔''

''شاید وہ نئے چہروں کی تلاش میں اس وقت بھی یہیں موجود ہوں۔''

''ٹھینگے سے.....جلدی کچھ اور منگواؤ.....بھوخ لگ رہی ہے۔''

''تین بجے سے اس وقت تک چار بار کھا چکے ہو۔''

''بس اسی بات پر تم سے بڑی جلتی ہے میری۔ میرے خانے میں نجر نہ لغایا قرو۔''

حمید نے ویٹر کو بلا کر ایک بار پھر قاسم کے لئے آرڈر پلیس کیا۔

''ہوں..... یار سچ بتاؤ کیا چقر ہے۔'' قاسم اسے بے اعتباری سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کیسا چکر.....؟''

''تم آخر اتنی خاطر قیوں کر رہے ہو۔''

''واقعی بڑے ذلیل ہو۔ یہ میرے خلوص کی توہین ہے۔ اچھا میں چلا..... پانچوں آرڈر کے بل تم ہی ادا کرنا۔''

حمید نے اٹھنا چاہا لیکن قاسم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔''پچاس بل تم پر قربان اور میں واری صدقے.....ایسا بھی قیا.....تم کب سے لونڈیوں کیطرح بدکنے لگے۔''

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے بیٹھ گیا۔ ویسے قاسم کے اس طرز تخاطب پر ہنسی آتے آتے رہ گئی تھی۔

''نہیں..... جب مجھ پر اعتبار نہیں تو وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔'' اس نے ناخوشگوار موڈ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا.....تو پوچھوں قرنل صاحب سے؟'' قاسم کی آنکھوں میں شرارت آمیز مسکراہٹ اب بھی رقصاں تھی۔

''اجازت ہے؟''

ٹھیک اسی وقت فریدی بھی ڈائننگ ہال کے صدر دروازے میں دکھائی دیا۔

''وہ دیکھو.....!'' حمید نے اشارہ کیا۔''آ گئے۔''

''بس.....!'' فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''تم ادب کے پروفیسر نہیں ہو اور میں شعر سننے کے موڈ میں کبھی نہیں ہوتا۔ تمہیں اس سلسلے میں جوابدہی کرنی ہے کہ تم نے اپنے کسی ذاتی مقصد کے حصول کے لئے محکمے کے آدمی کو کیوں استعمال کیا.....؟''

''مم.....میں نہیں سمجھا۔''

''بزوہی کو فون پر بھونکنے کے لئے تم نے ہی تو کہا تھا۔''

''وہ ذاتی نوعیت کا کام نہیں تھا۔''

''ہوں.....تو پھر.....؟''

''قاسم اس کے بغیر ہاتھ نہ آتا۔ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہونا ضروری تھا۔''

''میں نے اس کا نام یونہی لیا تھا، ضروری نہیں تھا کہ تم اس کیلئے جھگڑا کرانے بیٹھ جاتے۔''

''بہرحال.....میں یہی سمجھا تھا کہ آپ خصوصیت سے اسکے بارے میں سوچ رہے ہیں۔''

''خیر..... پروڈیوسر کی حیثیت سے وہ بھی بُرا نہ رہے گا۔ لیکن اسے سمجھا دینا کہ کچھ دنوں کے لئے گھر چھوڑنا پڑے گا۔''

''آخر چکر کیا ہے؟ کیا آپ مجھے کونفیڈنس میں نہیں لیں گے۔''

''فلم بنائیں گے بھئی۔''

''آپ.....!'' حمید طنزیہ انداز میں ہنسا۔

''فضول بحثوں میں مت پڑو۔''

''لیکن آپ تو جنگل فلم بنانے کے لئے کہہ رہے تھے۔''

''تم نے کس سے سنا ہے کہ ہیر رانجھا بنا رہا ہوں۔''

''لیکن آپ کے ساتھ جو ڈائریکٹر تھا وہ تو صرف پریم کہانیاں ہی فلماتا ہے۔''

''حمید صاحب! وہ صرف تکنیکی مشیر کی حیثیت سے کام کرے گا۔ فلم تو آپ ڈائریکٹ فرمائیں گے۔''

''اسکرپٹ کون لکھے گا.....؟''

''اس کی فکر نہ کرو۔''

''اچھی بات ہے۔ آپ فی الحال ہیروئن کو میرے حوالے کردیجئے۔''

''ہاں..... یہ میں کر سکتا ہوں۔''

''کون ہے؟''

''بس دیکھ لینا..... نام نہیں بتاؤں گا۔''

''کب دیکھ لوں گا.....؟''

''ابھی چلو.....!'' فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

دونوں آفس سے نکل کر پارکنگ شیڈ میں آئے تھے اور لنکن شہر کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

''قاسم کا کیا قصہ تھا.....؟'' فریدی نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں..... بیوی نے راہ پر لگانے کی کوشش کی تھی۔ اس کے ساتھ سوشل ورک کرتا پھر رہا تھا۔ میں نے سوچا دونوں میں جھگڑا کرائے بغیر کام نہیں چلے گا۔''

''ہوں.....!''

''کیا ہوں.....؟'' حمید بھنا کر بولا۔

''آج کل اتنے چڑچڑے کیوں ہو رہے ہو۔''

''اپنے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔''

''ہمیشہ یکساں روش۔''

''میں یکسانیت کو موت سمجھتا ہوں۔''

''تم صرف بکواس کرتے ہو۔ یکسانیت کو ناپسند کرنے والے تو سمندر میں چھلانگ لگا دیا کرتے ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں تنہا سمندر میں چھلانگ نہیں لگا سکوں گا۔''

''فلم کی ہیروئن بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔''

''اوہ.....! مجھے دلچسپی نہیں۔ خواہ مخواہ اشتیاق بڑھانے کی کوشش نہ کیجئے۔''

''کچھ بھی کہو..... ابھی نام نہیں بتاؤں گا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ خود ہی اس موضوع پر گفتگو کرنے سے احتراز کر رہا ہو۔

گاڑی کچھ دیر بعد ان کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور حمید پھر بھنا کر بولا۔

''یہاں آپ مجھے ہیروئن دکھائیں گے۔''

''کئی دن سے یہیں مقیم ہے۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ مزاحاً بھی جھوٹ نہیں بولتے۔''

''قدر افزائی کا شکریہ حمید صاحب..... ہاں میں مزاحاً بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اب اتر یئے گاڑی سے۔ ہیروئن خود چل کر آپ تک نہیں آئے گی۔''

گاڑی سے اُتر کر وہ اُسے عقبی پارک کی طرف لے چلا تھا اور پھر وہاں پہنچ کر حمید کی جھلاہٹ اپنی آخری حدیں چھونے لگی۔

وہ ایک بڑے سے پنجرے کے قریب کھڑے تھے جس میں ایک لومڑی بند تھی۔

حمید اوپری ہونٹ بھینچے اُسے دیکھتا رہا۔

''کسی جنگل فلم کی ہیروئن صرف لومڑی ہی ہوسکتی ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''ہوسکتا ہے۔'' حمید نے سرد لہجے میں کہا اور دوسری طرف منہ کر کے کھڑا ہوگیا۔

فلم یونٹ

قاسم نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ہیلو..... میں قاسم بول رہا ہوں۔ کھوسٹ بھائی..... تم نے ابھی تک نہیں بتایا کہ کتنی اکسڑا لونڈیاں سپلائی کر سکتے ہو۔ بارہ..... ٹھیک ہے۔ قام بن جائے غا..... اور دیخو..... فرسٹ کلاس ہونی چاہئیں۔ ٹھیخ ہے۔''

ریسیور رکھ کر مڑا تو بیوی کی شکل نظر آئی۔ وہ اس کے پیچھے کھڑی دانت پیس رہی تھی۔

قاسم اس کی پرواہ کئے بغیر وہاں سے ہٹ گیا۔ لیکن بیوی پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ برآمدے ہی میں جالیا۔

''آپ گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتے۔''

''ارے واہ..... جرا شکل تو دیکھو۔''

''میں کہتی ہوں اگر آپ گھر سے باہر نکلے تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''قیا اچھا نہیں ہوغا.....اب نہیں چلے گی۔ بہت دن ڈرلیا ابا جان سے۔ جب چاہیں مقابلہ ہوجائے۔''

''آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔''

''چرس پی رکھی ہے.....پھر.....؟'' قاسم آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

''پھر چلائے آپ میرے اوپر.....!''

''اچھا تو قیا قوئی معاہدہ ہوا تھا کہ نہیں چلاؤں غا.....!''

''میں کچھ نہیں جانتی.....آپ گھر سے باہر نہیں جاسکتے۔''

''تم قیا کرلوغی؟''

''اپنی جان دے دوں گی۔''

''وہ قس طرح.....؟''

''جس طرح میرا دل چاہے گا۔''

''نہیں.....میں بتاتا ہوں.....اپنی امی جان سے قہو اسی طرح تمہارا مغز چاٹیں جس طرح تمہارے باوا کا چاٹتی ہیں۔ تمہارا قام تمام ہوجائے غا..... باوا جان تو بے حیا ہوگئے ہیں۔''

''خبردار جو ان کا نام لیا۔''

''ہائے.....تو پھر قس کا نام لوں۔''

''خاموش رہیے۔''

''سامنے سے ہاٹ جاؤ۔''

''باہر نہیں جاسکتے۔''

''اچھا تو پھر یہیں بلواتا ہوں ایکسٹرا لونڈیوں کو۔''

''ضرور.....ضرور.....یہیں فلم بنا کر رکھ دوں گی۔ ضرور بلوائیے۔''

''دیخو.....غسہ نہ دلاؤ.....ورنہ بلوا ہی لوں گا۔''

''بلوائیے..... مجھے منظور ہے۔''

قاسم بھنا کر مڑا اور سیدھا ڈرائینگ روم میں چلا آیا۔

اب وہ پھر فون پر ایکسٹرا سپلائر کھوسٹ بھائی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ ''ہیلو! ہائیں..... قون ہے..... میں کھوسٹ بھائی سے بات قرنا چاہتا ہوں.....نہیں ہیں.....جہنم میں جائیں۔''

پھر اتنے زور سے ریسیور کریڈل پر پٹخا کہ کمرہ گونج اٹھا۔

''توڑ ڈالو.....توڑ ڈالو'' عقب سے بیوی کی آواز آئی۔

قاسم جھلا کر مڑا۔ چند لمحے خاموشی سے اُسے گھورتا رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔ ''ایق بات بتاؤ۔''

''دس پوچھئے۔'' جواب ملا۔

''صرف ایک بات.....وہ یہ کہ کس ترقیب سے میرا پیچھا چھوڑو گی۔''

''مجھے زہر دے دیجئے۔''

''تل کر نہ کھا جاؤں.....اتی سی کو زہر کیا دوں غا۔'' وہ کلمے کی انگلی کے پہلے پور پر انگوٹھا رکھ کر بولا۔

''کھا نہیں سکے اسی کا تو افسوس ہے۔''

''الاقسم..... بڑی لچیچ ہوغی..... اتی دبلی پتلی ہو کہ بڑی کُرکُری تلی جاؤ غی..... چڑر مُرر..... چُرر..... مُرر..... ہائے ہائے۔'' وہ منہ چلاتا ہوا بولا۔ پھر پچ سے تھوک کی پچکاری قالین پر ماری۔

''ارے.....ارے.....قالین پر تھوک دیا، حواس ٹھکانے ہیں یا نہیں۔''

''سوچ قر منہ میں پانی آغیا۔'' وہ اپنی آنکھیں نشیلی بنا کر اُسے دیکھتا ہوا بولا۔ ''تو پھر پسواؤں مرچ مسالا۔''

''آپ کچھ بھی کریں، اس وقت گھر سے باہر نہیں جاسکتے۔''

''اور اغر..... میں تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں تو.....؟''

اس کا جواب دینے ہی والی تھی کہ ایک ملازم کسی کا ملاقاتی کارڈ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

''قون آمرا.....!'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

اس کی بیوی نے کارڈ ملازم سے لے لیا اور باہر نکلی چلی آئی۔

برآمدے میں حمید کھڑا نظر آیا۔

''آپ سے بھی خدا ہی سمجھے حمید بھائی۔'' اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا.....؟''

''آپ نہیں جانتے ؟''

''جانتا ہوں لیکن قاسم نہیں جانتا۔''

''قیا نہیں جانتا قاسم.....؟'' پشت سے آواز آئی اور حمید اس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

''مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔''

''کچھ بھی ہو۔'' قاسم کی بیوی نے سخت لہجے میں کہا۔''آپ انہیں فلمسازی کے چکر میں نہیں ڈال سکیں گے۔''

''یہ بھی میری والدہ صاحب ہوگئی ہیں۔'' قاسم طنزیہ انداز میں بولا۔''آج ہی تی بات ہے۔''

''فضول باتیں نہ کیجئے۔''

''آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ سرمایہ قاسم کا نہیں لگے گا۔''

''لگے تو ٹھینگے سے نہ لگے تو ٹھینگے سے..... میں تو فلم پروڈیوسر ضرور بنوں گا۔''

''بات نہ بڑھاؤ۔'' حمید بولا۔

''اچھا تو یہ میرا قیا کرلیں غی.....؟''

''دو چپاتیاں اور پرہیزی شوربہ مقرر کردیں گی۔''

''بس کھاموش..... زبان قو لگام دو..... تم سالے اور شہ دیتے ہو۔''

''سالا جو ٹھہرا اور تم پھر گالیوں پر اُتر آئے۔ کچھ دنوں پہلے کی بات ہے تم نے کہا تھا کہ سالا کی بجائے برادران اا کہا کرو گے۔''

''ایق دن مہتر کو کہہ دیا تھا تو یہ بُرا مان گئی تھیں۔''

''خیر چھوڑو..... میں تو تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔''

''کس بات کی غلط فہمی ؟''

''مطلب یہ کہ جنگل فلم کا وہ مطلب نہیں تھا جو ہم دونوں سمجھے تھے۔''

''قیا سمجھے تھے ہم دونوں۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''یہی کہ اس میں لڑکیاں وڑکیاں بھی ہوں گی۔''

''اچھا تو پھر.....؟''

''اس فلم کی ہیروئن ایک لومڑی ہے۔''

قاسم کی بیوی نے قہقہہ لگایا اور قاسم پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔ ''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''کرنل صاحب گھر ہی پر ہیں۔ فون کر کے معلوم کر سکتے ہو۔''

''ابے میں نے تو ایکسٹرا لونڈیوں کا بھی انتظام قرلیا ہے۔'' قاسم آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

''تو تم الگ سے ایک فلم بنا ڈالو۔''

قاسم کی بیوی مسلسل ہنسے جارہی تھی۔

''چوپ رہو۔'' قاسم اس پر الٹ پڑا۔

''میں تو پہلے ہی جانتی تھی۔''

''کیا جانتی تھی.....؟''

''دن رات لوگ آپ کو بیوقوف بناتے رہتے ہیں۔''

''تمہارے باوا جان بھی انہی میں شامل ہیں۔''

''پھر آپ نے ان لوگوں کا نام لیا۔''

حمید نے بیچ بچاؤ کرانے کی کوشش کی اور قاسم پھر اُسی کے سر ہوگیا۔

''سب تمہاری وجہ سے ہوتا ہے۔ اچھا تم ہی میرا پیچھا چھوڑ دو۔ دفان ہو جاؤ اور اب کبھی اپنی شکل نہ دکھانا اور فلم تو میں اکیلے ہی بناؤں غا..... اس گانے کا ضرور جواب دوں غا..... جسے سن سن کر میری ہڈیاں سلگتی ہیں۔''

''کون سا گانا پیارے بھائی۔''

''جواب دوں گا..... جواب اس گانے قا..... ہوگا سالا رنگ رنگیلا تم قیوں، ناچو گی۔''

قاسم کی بیوی پیٹ دبائے دوہری ہوگئی۔ کیونکہ قاسم نے جھلاہٹ میں گا کر ہی جواب دیا تھا۔

''ہاں..... ہاں.....تم بھی جلاؤ۔'' وہ اُسے گھونسا دکھا کر بولا۔

''اگر اب یہ ریکارڈ بجایا تو ریڈیوگرام کی ایسی تیسی فرتے رکھ دوں غا۔''

''اس کا بابو رنگ رنگیلا ہے تو آپ کو کیوں جلن لگتی ہے۔'' وہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

''میرے ٹھینگے سے۔''

''اب ختم کرو یہ بکواس اور چلو میرے ساتھ۔'' حمید نے کہا۔

''جی نہیں..... معاف کیجئے..... اللہ آپ سے بچائے ہی رکھے۔''

''تو پہلے کیوں وعدہ کرلیا تھا۔ اب تو کاغذات بھی تیار ہو گئے ہیں۔''

''آپ آخر مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ کیا بات ہے۔'' قاسم کی بیوی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

''کچھ جانوروں پر ایک تجرباتی فلم ہے۔ جنگل میں فلمائیں گے۔''

''تو اس میں ان کا کیا کام۔'' قاسم کی بیوی نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں سوال کیا۔

''اچھا..... اچھا.....!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''خوب بے وقوف بنالو تم لوغ۔ میں بھی سمجھ لوں گا۔''

''پروڈیوسر کی حیثیت سے کاغذات پر ان کا نام رہے گا۔ ہم اپنے نام سے کاروباری نوعیت کی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔'' حمید قاسم کی طرف توجہ دیئے بغیر بولا۔

''کرنل صاحب بھی شریک ہیں؟''

''بالکل..... ورنہ مجھے ان باتوں سے کیا سروکار۔''

''اگر کرنل صاحب بھی شریک ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''اے سبحان اللہ۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ ''گویا میں آپ کی اولاد ہوں کہ آپ قو قوئی اعتراض نہیں۔''

''فضول بکواس نہ کیجئے۔'' بیوی کو پھر غصہ آ گیا۔

''اَمے..... تم ابھی تک گئے نہیں۔'' قاسم نے حمید کو للکارا۔

''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ کرنل صاحب منتظر ہوں گے۔''

''ان سے کہہ دینا کہ لومڑی وومڑی کا پروڈیوسر نہیں بن سکتا.....کوئی اور ڈھونڈھ لیں۔''

بیوی کی نظر بچا کر حمید نے اُسے آنکھ ماری۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کی بیوی سے غلط بیانی کرتا رہا ہو۔

قاسم نے پہلے تو بُرا سا منہ بنایا پھر سنبھالا لے کر بولا۔ ''اچھا.....اچھا.....چلو..... چلتا ہوں۔لیکن میں صاف کہہ دوں غا.....!''

''تم خود ہی جو مناسب سمجھنا عذر پیش کر دینا۔ میری اب وہ نہیں سنیں گے۔''

قاسم کی بیوی اندر چلی گئی اور قاسم حمید کو بے اعتباری سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''پتا نہیں قیا چکر ہے۔''

''کیا تم کچھ دنوں گھر سے باہر رہ کر زندگی میں نیا پن پیدا نہیں کرنا چاہتے۔''

''لونڈیوں کے بغیر تفریح نہیں..... بیگار ہوتی ہے۔''

حمید اُسے گھر سے تو نکال لایا تھا لیکن وہ حمید کی گاڑی میں نہیں بیٹھا تھا۔ گیراج سے اپنی بیوک نکالی تھی۔ پھر دونوں آگے پیچھے نیاگرا پہنچے تھے۔

''امے تم یہ قیا قرتے پھر رہے ہو۔'' قاسم نے نیاگرا کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے وقت حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''راوی عیش لکھتا ہے۔''

''قیا مطلب.....؟''

''آج رات بھر جشن آزادی منائیں گے۔''

''ابے ابھی پچھلے ہی مہینے تو منا چکے ہیں جشن آزادی۔''

''یہ ملک کی نہیں..... میری آزادی کی رات ہے۔ کل سے میری ایک ماہ کی چھٹیاں شروع ہو رہی ہیں۔''

''ہم سالے سرمایہ دار غالیاں کھاتے ہیں اور تمہیں قوئی کچھ نہیں قہتا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔'' حمید چلتے چلتے رک کر اُسے گھورنے لگا۔

''اور قیا.....خود فلم بنانی ہوگی تو اسسٹنٹ کو ایک ماہ کی چھٹی دلوا دیں گے۔ کیا یہ قانونی بات ہے کہ سرکاری ملازم فلم بنانے بیٹھیں۔''

''فلم تم بنا رہے ہو۔ چلو آگے بڑھو۔''

''ہاں..... ہاں..... یہی ہوتا ہے۔ خیر اب تو پھنس ہی گیا ہوں۔ مگر بیٹا وہ ڈائریکٹر ققنس جو اس دن قرنل صاحب کے ساتھ تھا وہ تو چوما چاٹی والی فلمیں بناتا ہے۔''

''اسی لئے تو اسے لومڑی کے پلے باندھ رہے ہیں۔ ساری چوکڑی بھول جائے گا۔''

انہوں نے ایک ایسی میز پر قبضہ کیا جسکے قریب والی میز تین مہ رُخوں سے آباد تھی۔

قاسم نے بغور ان کا جائزہ لیا اور صورت پر یتیمی طاری کر کے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''پتہ نہیں کس کے مقدر کی ہیں۔''

''اپنے والد صاحب کا پتا بتا دو۔''

''قیوں..... قیا مطلب.....!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''مطلب یہ کہ تم تو اپنے مقدر کا فیصلہ کر نہیں سکتے۔ وہی کیا کرتے ہیں۔''

''دیکھو..... طعنہ نہ دو..... بس ہوغئی ایک بار۔''

''اوہو..... تو اس بار تم خود کرو گے۔''

''ہاں..... ہاں..... جب میرا جی چاہے غا۔''

''ضرور..... ضرور۔'' حمید نے بے اعتباری کا مظاہرہ کرنے کے لئے قہقہہ لگایا۔

''دیکھو..... مجھے غصہ نہ دلاؤ۔''

''غصہ غیرت مندوں کو آتا ہے۔ تم میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ بیوی کے مکھن لگائے بغیر دو چار دنوں ہی کے لئے شہر سے بھی باہر جا سکو۔''

''تم قیا جانو.....؟''

''میں سب کچھ جانتا ہوں۔''

''تم جھک مارتے ہو۔''

''میں غلط نہیں کہتا۔''

''بکواس ہے..... میں کسی کی پرواہ نہیں قرتا۔''

''کوئی دعویٰ ثبوت کے بغیر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔''

''قیا ثبوت چاہتے ہو.....؟''

''اپنا سوٹ کیس اور ہولڈال ابھی گھر سے یہاں لے آؤ۔ ایک ہفتے کی آؤٹنگ ہوگی۔ اس کے لئے صرف ایک گھنٹہ دے سکتا ہوں۔''

''اب تو جرور لاؤں غا.....یہیں بیٹھے رہنا۔''

''بالکل.....فوراً جاؤ۔''

قاسم جھلاہٹ کا مظاہرہ کرتا ہوا اُٹھا اور تھلتھلاتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل فریدی نے آنے والے کو گھور کر دیکھا۔ پھر سر کی جنبش سے بیٹھنے کا اشارہ کر کے سامنے رکھے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہوگیا۔

آنے والا لباس اور رکھ رکھاؤ سے دولت مند طبقے کا فرد معلوم ہوتا تھا۔ وہ چند لمحے خاموش بیٹھا فریدی کی مشغولیت کو کینہ توز نظروں سے دیکھتا رہا پھر کھنکھار کر بولا۔ ''میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا جناب۔''

''ابھی سمجھا دوں گا۔'' فریدی نے کاغذات سے نظر ہٹائے بغیر خشک لہجے میں کہا۔ ''یہ اس معاہدے کی کاپی ہے جو آپ کی کمپنی اور ایک جرمن فرم کے درمیان ہوا تھا۔''

اجنبی نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد فریدی نے کاغذات تہہ کر کے بائیں جانب سرکا دیئے اور اجنبی کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

''پورے جرمنی میں اس نام کی کسی فرم کا وجود نہیں ہے۔''

''سوال تو یہ کہ آخر آپ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟''

''ایسے معاملات کی چھان بین میرے فرائض میں داخل ہے۔ ہاں تو فرم کے سلسلے میں.....!''

''بس.....!'' اجنبی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''میں صرف اس لئے آیا تھا کہ آپ کو.....!''

''آگاہ کردوں۔'' فریدی نے اس کا جملہ پورا کردیا۔

''جی.....!''

''آگاہ کردوں کہ اس بزنس میں کچھ ذمہ دار ہستیاں بھی شامل ہیں۔''

''آپ خود سمجھدار ہیں۔''

''میں بھی آپ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پوچھوں گا کہ اکیس نومبر کو ٹرک نمبر سی ٹونٹی فور کہاں اَن لوڈ کیا گیا تھا۔''

''میں کیا جانوں۔''

''پھر اس کا جواب کون دے سکے گا۔''

''ایڈمنسٹریٹو آفیسر.....!''

''براہِ کرم اس سے معلوم کر کے مجھے مطلع کر دیجئے گا۔''

''اُوہو.....تو آپ لوگ اس حد تک جا چکے ہیں۔ یعنی ہماری سپلائیز پر بھی نظر ہے۔''

''سیٹھ صاحب.....بہتری اسی میں ہے کہ آپ صحیح معلومات بہم پہنچائیں۔''

''کیا میں آپ کا فون استعمال کرسکتا ہوں۔''

''ضرور.....ضرور.....!''

اجنبی نے اُٹھ کر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تاریخ اور ٹرک کا نمبر کیا بتایا تھا.....؟''

''اکیس نومبر.....ٹرک نمبر سی ٹونٹی فور.....!'' فریدی نے سگار کیس سے سگار نکالتے ہوئے کہا۔

اجنبی نے کسی سے گفتگو کرنے کے بعد ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی پر پھوٹ آنے والے قطرات خشک کرنے لگا۔

فریدی اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

''اس نمبر کا ٹرک پچھلے ایک ماہ سے ناقابل استعمال ہے۔'' اجنبی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تو پھر غلط فہمی ہوئی ہوگی۔'' فریدی نرم لہجے میں کہہ کر اس طرح اٹھا جیسے اب اُسے رخصت کر دینا چاہتا ہو۔

''میں پھر ایک بار عرض کروں گا۔'' اجنبی اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ''حالات بدل چکے ہیں۔ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔''

''ارے نہیں سیٹھ صاحب۔'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''میری کھال بہت موٹی ہے۔'' اس پر بدلتے ہوئے موسموں کا اثر نہیں ہوتا۔ آپ بے فکر رہیں۔''

اجنبی نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچے تھے اور دفتر سے باہر نکل گیا تھا۔

یہ سرحدی علاقے کا آخری دیہی ریلوے اسٹیشن تھا۔ رات کو ایک ٹرین یہاں آتی تھی اور بہت سویرے اندرون ملک کے لئے روانہ ہوجاتی تھی۔ نہ یہاں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی اور نہ یہاں سے جانے والوں کی تعداد قابل ذکر ہوتی تھی۔

اس وقت بھی صرف ایک مسافر ٹرین سے اُترا تھا۔ لیکن یہ کوئی دیہاتی نہیں تھا۔ اس کے جسم پر جدید ترین تراش کا لباس تھا۔ ہاتھ میں ایک وزنی سفری بیگ لٹکائے وہ پھاٹک پر آیا۔ پھاٹک پر ٹکٹ وصول کرنے والا موجود نہیں تھا اس لئے اس نے پھاٹک سے گزر کر اپنا ٹکٹ بکنگ آفس کی کھڑکی پر رکھ دیا۔

بکنگ کلرک نے ہنس کر کہا۔ ''آپ کو بڑی تکلیف ہوئی جناب۔ دراصل اس وقت میں یہاں بالکل اکیلا ہوں۔''

''کوئی بات نہیں۔'' جواباً مسافر مسکرایا اور نیم تاریک مسافر خانے سے گزرتا ہوا باہر آ گیا۔

ابھی رات کے آٹھ ہی بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت زیادہ رات گزر گئی ہو۔

جیسے ہی مسافر باہر نکلا نزدیک اور دور سے بے شمار کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں۔

سردی بڑھ گئی تھی۔ مسافر نے سفری بیگ زمین پر رکھ دیا اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگائی اور پھر بیگ اُٹھا کر اندھیرے میں چلنے لگا۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ یہاں پہلی بار نہ آیا ہو۔ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تاریک راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر ایک بڑی عمارت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

عمارت کی متعدد کھڑکیوں میں تیز قسم کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ ڈاکٹر چنگیزی کی تجربہ گاہ تھی۔ اس علاقے کے لوگ اُسے حیرت اور خوف سے دیکھنے کے عادی ہوگئے تھے۔ کم از کم رات کے اندھیرے میں کوئی مقامی آدمی اس عمارت کے قریب سے بھی گزرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

ڈاکٹر چنگیزی ان اطراف میں سانپوں کا مسیحا کہلاتا تھا اور اس کی تجربہ گاہ سانپوں کے ہسپتال کے نام سے مشہور تھی۔

عمارت کی کمپاؤنڈ میں دن رات درجنوں سانپ سرسراتے پھرتے۔ عمارت سے ایک فرلانگ کے دائرے میں جگہ جگہ ایسے بورڈ نصب کردیئے گئے تھے جن پر خطرے کی علامات بنی ہوئی تھیں۔ بہرحال اس سلسلے میں پوری پوری احتیاط برتی گئی تھی کہ کوئی اجنبی اچانک کسی خطرے سے دوچار نہ ہوسکے، لیکن یہ مسافر اتنی خوداعتمادی کے ساتھ اس عمارت تک پہنچا تھا جیسے اسے سارے حالات کا علم پہلے ہی سے ہو۔

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی سیٹی نکالی اور اسے غالباً کسی مخصوص انداز میں بجانے لگا۔ پھر ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ پوری کمپاؤنڈ روشن ہوگئی اور ایک آدمی برآمدے سے پھاٹک کی طرف آتا دکھائی دیا۔

اس پورے علاقے میں بجلی کی روشنی اس عمارت کے علاوہ اور کہیں نہیں دکھائی دیتی تھی۔ برقی قوت پیدا کرنیوالا ایک جنریٹر اس تجربہ گاہ کیلئے حکومت کی طرف سے مہیا کیا گیا تھا۔

عمارت کے اندر سے آنے والے نے مسافر کو ایک محفوظ راستے سے گزار کر اس کمرے میں پہنچا دیا جہاں دیواروں پر بڑے بڑے سانپوں کی کھالیں آویزاں تھیں۔

وہ ایک صوفے پر اس طرح نیم دراز ہوگیا جیسے بہت تھک گیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر چنگیزی شب خوابی کے لبادے میں ملبوس پائپ سلگاتا ہوا کمرے

میں داخل ہوا۔ مسافر اُسے دیکھ کر احتراماً اُٹھا تھا۔

''اوہو...تم...کہو کیسے آئے؟'' ڈاکٹر چنگیزی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ضرورت.....ڈاکٹر.....!''

''جلدی سے کہہ جاؤ.....میں آرام کر رہا تھا۔''

''مرکزی محکمہ سراغ رسانی نے چھان بین شروع کردی ہے۔ مجھے سیٹھ اکرم نے بھیجا ہے۔''

''کیوں بھیجا ہے.....اور اس اطلاع کا مجھ سے کیا تعلق ہے'' ڈاکٹر اسے گھورتا ہوا بولا۔

''دراصل ڈرموں کی سپلائی کا علم کرنل فریدی کو ہوگیا ہے۔''

''کیا سیٹھ اکرم بالکل گدھا ہے۔ آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔''

''میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں ڈاکٹر۔''

''میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم لوگ یہاں آنے کیلئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہو۔''

''نن.....نہیں تو۔''

''بکواس مت کرو.....!'' ڈاکٹر سخت لہجے میں بولا۔

نووارد کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے اور اس نے کسی قدر تلخی سے کہا۔ ''میں اس کی وضاحت چاہوں گا ڈاکٹر۔''

''نیما کو گھورنے کے لئے آتے ہو تم لوگ۔''

''لاحول ولاقوۃ.....!'' نووارد بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا آپ مجھ پر اس قسم کا کوئی الزام عائد کریں گے۔''

''ہوں.....!'' ڈاکٹر نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ ''نیما بہت خوبصورت ہے۔''

''یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے۔ مجھے تو صرف سیٹھ اکرم کا پیغام آپ تک پہنچانا تھا۔''

''اوہو.....تو کوئی پیغام بھی ہے۔'' ڈاکٹر چونک کر بولا۔

''جی ہاں.....فی الحال وہ ڈرموں کی سپلائی روک رہے ہیں۔''

''آخر کیوں؟''

''کرنل فریدی!''

''کیا بکواس ہے۔ کرنل فریدی کو اس سے کیا سروکار.....وہ کیا کرلے گا.....کیا میں

یہاں کوئی غیر قانونی کام کر رہا ہوں۔"

"ڈاکٹر! میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا آپکے گوش گزار کر دیا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اس کی نوبت ہی کیوں آئی۔ کیا اسٹار آئرن فیکٹری والے کوئی غیر قانونی کام بھی کر رہے ہیں۔"

"میں اس کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

"اچھا..... اب تم ریلوے اسٹیشن ہی واپس جاؤ۔ ویٹنگ روم میں سو رہنا اور صبح کی گاڑی سے واپس چلے جانا۔"

"مم..... مگر..... میرے پاس بستر نہیں ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنی بے مروتی سے پیش آئیں گے۔"

"کیا مطلب.....؟" ڈاکٹر کا لہجہ سرد تھا۔

"کیا میں یہاں رات نہیں گزار سکتا۔"

"جی نہیں..... یہ سرائے نہیں ہے۔ تم پہلے بھی یہاں آ چکے ہو، کبھی رات بسر کی ہے۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں۔"

"خاموش رہو..... اس سوٹ کیس میں کیا ہے؟"

"بندوق، کارتوس اور ایک عدد سلیپنگ سوٹ..... خیال تھا کہ دو دن یہاں ٹھہر کر شکار کھیلوں گا۔"

"تمہارے پاس سیٹھ اکرم کی جائیداد ہے نا یہ کہ تم یہاں شکار کھیلو گے۔ خبردار اگر ایک فائر بھی کیا میرے جنگلوں میں۔"

"میں آپ کو اتنا بد اخلاق نہیں سمجھتا تھا۔"

"سانپوں کی ہم نشینی نے زہریلا بنا دیا ہے۔" ڈاکٹر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بہتر ہے مجھے عمارت سے باہر بھجوا دیجئے۔ کسی نہ کسی طرح رات گزار کر چلا جاؤں گا۔"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے نرم لہجے میں بولا۔"برا مان گئے۔"

"ظاہر ہے۔"

''نہیں.....تم یہیں رات گزارو گے اور جتنے دن چاہو میرے مہمان رہ سکتے ہو۔''

نووارد کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

ڈاکٹر پھر ہنس پڑا۔ اس کے بعد اس نے کسی ملازم کو آواز دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد نووارد کو اُوپری منزل کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ پھر وہیں اس نے رات کا کھانا کھایا تھا۔

ساڑھے دس بجے ایک خوش شکل ملازمہ کافی لائی۔ نووارد نے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا اور وہ اس طرح مسکرائی تھی جیسے اس کے خیالات پڑھ رہی ہو۔

''کیا نام ہے تمہارا.....؟'' نووارد نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''شلجم.....!'' جواب ملا۔

''کیا.....؟''

''شلجم.....!''

''بہت خوب.....!'' نووارد ہنس پڑا۔

لیکن ملازمہ اب بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی تھی۔ اس نے کافی بنا کر پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ڈاکٹر صاحب مجھے شلجم ہی کہتے ہیں۔''

''مگر تمہارا نام تو چنبیلی ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر کی بداخلاقی پر رونا آ رہا ہے۔''

''آپ چنبیلی ہی کہئے۔''

''یقیناً..... یقیناً.....تم کھڑی کیوں ہو۔ بیٹھ جاؤ۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''جی نہیں شکریہ۔'' وہ آہستہ سے بولی۔ ''ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو گیا تو.....میں دراصل برتن لے کر واپس جاؤں گی۔''

''اچھا.....اچھا.....میں جلد ہی پئے لیتا ہوں۔''

بڑے بڑے گھونٹ لے کر اس نے کپ خالی کر دیا اور اسے لڑکی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''یہ لو.....شکریہ.....اُوہ.....ایسی تھکن محسوس ہو رہی ہے جیسے سینکڑوں میل پیدل طے کئے ہوں۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ ٹرے اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

نووارد کی پلکیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوئی جارہی تھیں۔ وہ بستر پر لیٹ گیا اور اس طرح بار بار آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے نیند کے اس اچانک غلبے کی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آرہی ہو۔

پھر وہ گہری نیند سو گیا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے جنہوں نے ایک اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ نیند میں غافل نووارد کو انہوں نے بستر سے اُٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا اور نچلی منزل پر اتار لے گئے۔

لیکن دوسری صبح وہ اپنے بستر ہی پر بیدار ہوا تھا اور بیداری کا سبب ڈاکٹر چنگیزی کی دہاڑیں تھیں۔ وہ اس کے بستر کے قریب ہی کھڑا اس لڑکی پر گرج برس رہا تھا جو پچھلی رات اس کے لئے کافی لائی تھی۔

''کتیا کی بچی.....تو یہاں کیا کررہی تھی۔ بولتی کیوں نہیں۔ میں ابھی کوڑے مار مار کر تیری کھال گرادوں گا۔''

نووارد نے اُٹھ کر بیٹھنا چاہا لیکن ناکام رہا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہاتھ پیروں کو جنبش تک نہ دے سکے گا۔

''اُو ذلیل آدمی .....تم پڑے میری صورت کیا تک رہے ہو۔'' دفعتاً ڈاکٹر اُسے گھونسہ دکھا کر چیخا۔ ''اُٹھو اور فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔''

''کک.....کیوں؟'' بدقت تمام اس کی زبان سے نکل سکا اور اُسے اپنی آواز ایسی ہی معلوم ہوئی جیسے کسی گہرے کنوئیں میں بول رہا ہو۔

''ذلیل آدمی..... پوچھتے ہو کیوں۔ یہ یہاں کیا کررہی تھی؟'' ڈاکٹر ملازمہ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دہاڑا۔

''میں کیا جانوں۔''

''گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا اگر جھوٹ بولا۔ ساری رات یہ کتیا اسی کمرے میں رہی ہے..... بولتی کیوں نہیں۔''

ملازمہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے سسکیاں لیتی رہی۔

''مم.....مگر.....ڈاکٹر.....میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔''

''فرشتوں کو بھلا ایسی کمینگی سے کیا سروکار.....اب تم اُٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں مار ہی ڈالوں۔'' ڈاکٹر گھونسہ ہلا کر دہاڑا۔ پھر ملازمہ کو گردن سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیل دیا۔ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں دروازے سے گزرتی چلی گئی۔

پھر ڈاکٹر اسکا گریبان پکڑ کر جھٹکے کے ساتھ اٹھاتا ہوا گرجا۔ ''اُٹھو.....اور فوراً نکل جاؤ۔''

نووارد کے پیر کانپ رہے تھے۔ سر چکرا رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دو قدم بھی نہیں چل سکے گا۔

''حالت تو یہ ہے اور مرے جارہے ہیں سُوّر کے بچے۔'' ڈاکٹر مضحکہ اُڑانے والے انداز میں بولا۔

''یقین کیجئے ڈاکٹر.....!'' نووارد گڑگڑایا۔ ''مم.....میں کچھ نہیں جانتا۔''

ڈاکٹر چنگیزی نے اسے پھر بستر پر دھکیل دیا اور دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

''ٹھہرو! میں ابھی تمہارا انتظام کرتا ہوں۔''

وہ چلا گیا اور نووارد بستر پر بے سدھ پڑا اس طرح پلکیں جھپکاتا رہا جیسے پورے جسم میں صرف پلکیں ہی حرکت کرسکتی ہوں۔ اُسے اس کے علاوہ اور کچھ نہ یاد آسکا کہ پچھلی رات کافی پی چکنے کے بعد اس پر شدید ترین نیند کا غلبہ ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر چنگیزی دو آدمیوں کے ساتھ واپس آیا۔

''سنو.....!'' وہ نووارد کو مخاطب کر کے بولا۔ ''دل تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں پولیس کے حوالے کردوں، لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ اس کتیا کی کھال کھینچی جائے کیونکہ وہ یہاں آئی تھی۔ تم اس کے کمرے میں نہیں گئے تھے۔ بہرحال یہ دونوں تمہیں ٹرین پر بٹھائیں گے۔''

''لل.....لیکن مجھے کیا ہوگیا ہے؟''

''بس چلے جاؤ.....ورنہ کھال کھینچ لوں گا۔'' ڈاکٹر چنگیزی غصیلے لہجے میں بولا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''سیٹھ اکرم سے کہہ دینا کہ ڈرم کی سپلائی بند کردے۔ اب کسی اور ادارے سے معاملات طے کرلوں گا۔ وہ شاید سمجھتا ہے کہ میں کوئی غیرقانونی کام کررہا ہوں۔''

ڈاکٹر چنگیزی اس کے بعد وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔

نچلی منزل کے ایک کمرے میں وہی ملازمہ کھڑی بُری طرح ہنس رہی تھی جس کی کھال اتار دینے کے بارے میں ڈاکٹر نے نووارد سے کہا تھا۔

ڈاکٹر چنگیزی اتنی آہستگی سے اُس کے پیچھے جا کھڑا ہوا کہ اُسے خبر تک نہ ہوئی۔

''دانت بند کرو۔'' وہ کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔

''لیس سر.....لیس سر.....!'' لڑکی بوکھلا گئی۔

''جاؤ! میک اپ صاف کرو۔''

''ویری ول سر.....!'' وہ دروازے کی طرف دوڑتی ہوئی بولی۔

ڈاکٹر ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہوکر اخبار دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد ایک اورلڑکی کمرے میں داخل ہوئی، جو سیاہ جیکٹ اور خاکی جین میں ملبوس تھی۔ اخروٹ کی رنگت کے گھونگھریالے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بائیں کاندھے سے اعشاریہ دو دو کی رائفل لٹک رہی تھی۔ خوبصورت ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بے حد پھرتیلی بھی معلوم ہوتی تھی۔

''ہلو ڈاکٹر.....!'' اس نے یونہی رواروی میں کہا اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

''ٹھہرو.....!'' ڈاکٹر ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

''کوئی خاص بات؟'' وہ رک کر اس کی طرف مڑے بغیر بولی۔

''ادھر آؤ۔''

وہ بے حد سنجیدگی اختیار کئے ہوئے اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

''میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ لانگ بوٹ پہنے بغیر جنگل میں مت گھسا کرو۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔

''میرے صبر کی داد دو ڈاکٹر کہ میں عرصے سے صرف سنتی چلی آ رہی ہوں اور میں نے یہ نہیں کہا کہ لانگ بوٹوں سے مجھے نفرت ہے۔''

''نیما.....!''

''میں بہت تھک گئی ہوں۔'' لڑکی نے کہا اور تیزی سے مڑی۔

ڈاکٹر اُسے بے بسی سے دیکھتا رہ گیا اور وہ کمرے سے نکلی چلی گئی تھی۔

پھر اچانک ڈاکٹر چنگیزی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا گھونسہ آرام کرسی کے قریب والی چھوٹی میز پر پڑا اور وہ اپنے پایوں سمیت کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ شاید کسی اور چیز پر غصہ اتارنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

''کیا ہے؟'' ڈاکٹر غرایا۔

''شیشم کے جنگلوں میں ایک فلم یونٹ نے ڈیرا ڈال دیا ہے۔ آؤٹ ڈور شوٹنگ کر رہے ہیں۔''

''کس کی اجازت سے؟''

''میری اجازت سے۔'' بائیں جانب سے آواز آئی اور ڈاکٹر جھلا کر پلٹا۔ دروازے میں نیما کھڑی تھی۔

''کیا مطلب.....؟''

''وہ کوئی جنگل فلم بنا رہے ہیں۔ میں نے بھی انہیں دیکھا تھا۔''

''تم نے کہا تھا کہ تمہاری اجازت سے۔''

''اجازت ہی سمجھئے۔ کیونکہ میں نے انہیں وہاں سے ہٹ جانے کی وارننگ نہیں دی تھی۔''

''تم جاؤ.....!'' ڈاکٹر نے اطلاع لانے والے کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

وہ چپ چاپ کمرے سے باہر چلا گیا اور ڈاکٹر نیما کو گھورتا ہوا بولا۔ ''تم بہت گستاخ ہوتی جا رہی ہو۔''

''قدرتی بات ہے۔'' وہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔

''تم بعض اوقات حد سے بڑھ جاتی ہو۔''

''ٹھیک ہے تو پھر مجھے ملازمت سے برطرف کر دیجئے۔''

''مجھے غصہ نہ دلاؤ۔''

''میں یہی چاہتی ہوں۔''

''کیا چاہتی ہو؟''

''کہ اپنے ہی غصے کی آگ میں جل کر آپ بھسم ہو جائیں اور ہاں آپ اس فلم یونٹ کو وہاں سے نہیں ہٹائیں گے۔ میری دلچسپی کی چیز ہے۔''

''تم ہوش میں ہو یا نہیں۔''

''ڈاکٹر! مجھے اس پر مجبور نہ کیجئے کہ کسی دن چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤں اور پھر آپ.....!''

''جو دل چاہے کرو۔'' ڈاکٹر پیر پٹخ کر چیخا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

نہ صرف کیپٹن حمید بلکہ قاسم بھی میک اپ میں تھا۔ انہوں نے شیشم کے جنگل میں اپنے خیمے نصب کئے تھے۔ ان دونوں سمیت یہ فلم یونٹ پچیس افراد پر مشتمل تھا۔ پچھلے دن وہ یہاں پہنچے تھے اور ابھی تک شوٹنگ کی تیاریاں ہی جاری تھیں۔

قاسم کا ذہن یقین اور بے یقینی کے درمیان ہچکولے کھا رہا تھا۔ یہ بات کسی طرح حلق سے نہیں اترتی تھی کہ کوئی فلم عورت کے بغیر بھی بنائی جا سکتی ہے۔

''کیا عورت.....عورت کی رٹ لگا رکھی ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''شہر ہی میں کونسی نصیب ہو جاتی ہیں۔''

''اب یہاں اس جنگل میں لاقر میری توہین کرو گے۔'' قاسم نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت اپنے خیمے کے باہر بیٹھے دھوپ لے رہے تھے۔ پچھلی رات سردی نے مزاج پوچھ لئے تھے۔ قاسم کا بُرا حال تھا اور رات ہی کو حمید نے اس دشواری پر قابو پانے کی تدبیریں سوچ لی تھیں۔

آج خیموں کے اندر بھی الاؤ روشن کرنے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔

''مگر بیٹا.....وہ.....ڈائریکٹر ققنس کہاں ہے؟'' قاسم نے سوال کیا۔

''فضول پیسے برباد کرنے سے کیا فائدہ جبکہ میں خود فلم ڈائریکٹ کرسکتا ہوں۔''

''قیا مطلب.....؟''

''میں فلم ڈائریکٹ کروں گا اور شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تم جنگلیوں کے سردار کا رول ادا کرو گے۔''

''اب پھر شروع کی تم نے اپنی چار سو بیس۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''کیا مطلب.....؟''

''تم نے تو کہا تھا کہ میں صرف پروڈیوسر رہوں گا۔''

''تم بکواس کررہے ہو۔ میں نے لفظ صرف، قطعی استعمال نہیں کیا تھا۔''

''میں نہیں بنتا جنگلیوں کا سردار۔''

''اچھی بات ہے تو پھر تمہیں اس بکرے میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا جو انگاروں پر بھونا جائے گا۔''

''ہاں ہاں، میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تم اقیلے میں جرور کمینہ پن کرو گے۔''

''اور تمہیں چھیڑوں گا بھی اکیلے میں۔''

''چھیڑ کر تو دیکھو.....!'' قاسم دہاڑتا ہوا اُٹھ گیا۔ ''ٹانگیں چیر کر پھینک دوں غا۔''

حمید اسے آنکھ مار کر مسکرایا۔

''دیکھو! میں سمجھائے دیتا ہوں.....جان نہ جلاؤ۔''

''جنگلی سردار کی محبوبہ تو ابھی پہنچی ہی نہیں۔''

''کک.....کیا مطلب.....؟''

''وہ ایک خونخوار عورت کا رول ادا کرے گی۔''

''سالے تھوڑا تھوڑا کرکے بتاتے ہو۔'' قاسم کسی قدر ڈھیلا پڑ کر بولا۔ ''تم سے شائد ایک بالشت چھوٹی ہوگی اور پھیلاؤ تم خود ہی دیکھ لینا۔''

قاسم نے بیچ سے تھوک کی پچکاری ماری اور منہ چلانے لگا۔ پھر کھسیانی سی ہنسی کے

ساتھ بولا۔ ''تم سالے فراڈ ہو۔ یونہی بکواس قر رہے ہوتا کہ میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں۔''

''دیکھ لینا.....تھوڑی دیر بعد پہنچ جائے گی۔''

ٹھیک اسی وقت انہوں نے کسی وزنی گاڑی کے انجن کی آواز سنی، جو لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتی جارہی تھی اور پھر ایک جیپ خیموں کے درمیان آرکی۔ قاسم نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں اور حمید اس کا بازو دبا کر آہستہ سے بولا تھا۔

''یہ کوئی اور ہے..... بدحواس نہ ہوجانا۔''

''ابے یہ تو کسی انگلش فلم کی ہیروئن معلوم ہوتی ہے حمید بھائی۔ ہائے ہائے کیا جین جیکٹ ہے۔ ارے باپ رے۔ رائفل بھی ہے۔ اس کے پاس..... ہائے۔''

لڑکی جیپ سے اُتری نہیں تھی۔ اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھی گردوپیش کا جائزہ لیتی رہی۔

''فرمایئے.....کس کی تلاش ہے۔'' حمید نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے سوال کیا۔

''اوہ.....!'' وہ چونک پڑی۔ پھر سنبھل کر بولی۔ ''یہاں کیا ہو رہا ہے؟''

''ہم ایک فلم کی شوٹنگ کرر ہے ہیں۔''

''میں یونٹ کے انچارج سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''فرمایئے۔''

''اوہ.....آپ ہی ہیں۔ اچھا دیکھئے۔ سب سے پہلے تو میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آپ نے غیر قانونی طور پر یہاں کھڑاگ پھیلایا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا محترمہ۔''

''آپ کو ہم سے اجازت لینی چاہئے تھی۔''

''ہمارے پاس محکمہ جنگلات کا اجازت نامہ موجود ہے۔''

''محکمہ جنگلات کا اس علاقے سے کوئی تعلق نہیں۔''

''اچھا تو اب آپ ہی اجازت دے دیجئے۔''

''خیر.....خیر.....!'' وہ کسی قدر غصے کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔ ''یہاں سانپ بکثرت ہیں۔''

''مجھے علم ہے اور ہم نے اس سلسلے میں احتیاطی تدابیر اختیار کرلی ہیں۔''

''اسکے باوجود اگر مارگزیدگی کا کوئی واقعہ ہوجائے تو آپ فوراً ڈاکٹر چنگیزی کی تجربہ گاہ

سے رابطہ قائم کیجئے گا۔''

''ہم نہیں جانتے کہ ڈاکٹر صاحب کی تجربہ گاہ کہاں ہے۔''

''یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ میں ان کی اسسٹنٹ نیما ہوں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔''

''یہ کس قسم کی فلم ہے۔''

''جنگل فلم سمجھ لیجئے۔''

''کون ڈائریکٹ کر رہا ہے؟''

''میری پہلی فلم ہے۔'' حمید نے ایسے لہجے میں کہا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ خود ہی اس فلم کو ڈائریکٹ کر رہا ہے۔

''کیا ابھی کام شروع نہیں کیا.....؟''

''سہ پہر سے شروع کر دیں گے۔''

نیما بار بار قاسم کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ دفعتاً اس نے سوال کیا۔ ''کیا وہ بھی کوئی اداکار ہے؟''

''جی ہاں.....وہ جنگلیوں کے سردار کا رول ادا کرے گا۔''

''شاید یہ بھی نیا ہے۔ اس سے پہلے کسی فلم میں نہیں دیکھا۔''

''جی ہاں، نیا ہی ہے۔ میں دراصل یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ باکس آفس پکچر کے لئے ضروری نہیں کہ نامور آرٹسٹ ہی کاسٹ میں شامل ہوں۔ اصل چیز تو کہانی اور ٹریٹمنٹ ہوتا ہے۔''

''بڑا نیک قدم ہے۔ پُرانے چہرے دیکھ دیکھ کر آنکھیں پتھرا گئیں۔ لیکن پریم کہانی تو یقیناً ہوگی۔''

''یہی تو خاص بات ہے کہ پوری کہانی میں آپ لفظ محبت سننے کو ترس جائیں گی۔''

''تب تو واقعی آپ قابل مبارک باد ہیں۔''

''شکریہ۔''

''چلئے.....میں آپ کو تجربہ گاہ دکھادوں تاکہ ضرورت پڑنے پر آپ ہم تک پہنچ سکیں۔''

''بہت بہت شکریہ محترمہ...... میں ضرور چلوں گا۔''

''آئیے۔'' نیما نے اپنے برابر والی نشست کی طرف اشارہ کیا۔

حمید جیپ پر بیٹھ ہی رہا تھا کہ قاسم بھی لڑھکتا ہوا قریب آ پہنچا۔

''قہاں چلے؟'' وہ ہاتھ نچا کر بولا۔

''ابھی آیا.....تم وہیں جا کر بیٹھو جہاں بیٹھے ہوئے تھے۔''

''ہرگز نہیں۔ میں بھی ساتھ چلوں گا۔''

''چاروں ٹائر فلیٹ ہو جائیں گے۔'' حمید نے ایسے انداز میں کہا کہ نیما ہنس پڑی۔

''کیا حرج ہے۔ انہیں بھی لے چلئے۔'' اُس نے جلدی سے کہا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' حمید نے بے دلی سے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''شوکریہ۔'' قاسم جیپ پر چڑھتا ہوا کراہا تھا۔

حمید نے سوچا کہ جلد از جلد قاسم کو اس سچویشن سے آگاہ کر دینا چاہئے ورنہ کہیں وہ اپنی کسی بکواس سے بھانڈا نہ پھوڑ دے۔

''یہ محترمہ نیما ہیں..... کسی ڈاکٹر چنگیزی کی اسسٹنٹ..... ہمیں اپنی تجربہ گاہ دکھانے جا رہی ہیں اور یہ مایہ ناز اداکار قاسم قراقرم والا ہیں۔ میری فلم میں جنگلی سردار کا رول ادا کریں گے۔''

''آپ نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔'' نیما بولی اور جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

''ایس۔ ایچ۔ زیٹو.....!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''یہاں آ کر پچھتا رہا ہوں۔ ہالی وڈ میں بہت اچھا تھا۔''

''وہاں کیا کرتے تھے؟''

''اُردو کے سِرّی ادب سے آئیڈیاز پار کر کے وہاں کے فلمسازوں کے ہاتھ فروخت کر دیا کرتا تھا۔''

''تو کیا یہ کوئی اچھی بات تھی؟'' نیما نے کسی قدر ناگواری سے سوال کیا۔

''بیلنس برابر کیا کرتا تھا اس طرح آخر اردو والے بھی تو انگریزی ادب پر ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ اب ان بیچاروں کو اردو تو آتی نہیں کہ وہ خود ہی انتقام لے سکیں۔''

''بہرحال میں اسے اچھا نہیں سمجھتی۔''

''اچھا تو میں بھی نہیں سمجھتا لیکن پیٹ کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔''

''لیکن آپ نے تو ابھی کہا تھا کہ یہ آپ کی پہلی فلم ہے۔''

''بحیثیت ڈائریکٹر.....اس سے پہلے کبھی کوئی فلم ڈائریکٹ نہیں کی۔''

قاسم جو اس دوران میں خاموش بیٹھا ان کی گفتگو سنتا رہا تھا دفعتاً دہاڑا۔''ارے باپ رے.....کتنا بڑا سانپ ہے.....اژدھا ہے۔''

نیما ہنس پڑی اور حمید نے طویل سانس لی۔ بائیں جانب جھاڑیوں کے قریب ایک دس گیارہ فٹ لمبا اجگر آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔

''بھلا آپ جنگلی سرداروں کا رول کس طرح ادا کریں گے۔'' نیما نے قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''جبکہ سانپ دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے جارہا تھا۔ اچانک پھر چیخا۔

''امے.....ایک اور.....قیا قصہ ہے۔''

اور پھر کچھ دور چلنے کے بعد نیما نے اچانک بریک لگائے۔ جیپ جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ قریباً دس گز کے فاصلے پر ایک بہت بڑا اجگر راستہ پار کر رہا تھا۔

''ارے..... ارے..... روک کیوں دیا'' قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ ''غاڑی سے کچل دیجئے۔''

نیما ہنس پڑی اور پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔''یہ ہمارے سانپ ہیں جناب۔''

''قیا مطلب.....؟''

''ہم ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔''

''کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں؟'' حمید نے اپنے لہجے سے خوفزدگی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں.....اوہ.....آپ ڈر رہے ہیں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''نن.....نہیں.....ڈر تو نہیں رہا.....لیکن.....!''

''ہم انکی فارمنگ کر رہے ہیں۔ ان کی کھالیں بیرون ملک بھیج کر زرمبادلہ کماتے ہیں۔''

''اوہ.....اچھا.....!'' حمید نے اطمینان ظاہر کرنے کی ایکٹنگ کی۔

''یہ بالکل بے ضرر ہیں۔ ان میں زہر نہیں ہوتا۔ بس گوشت خور جانور سمجھ لیجئے۔'' نیما

بولی۔ ''لیکن جہاں آپ لوگوں نے قیام کیا ہے، وہاں دوسری مختلف اقسام کے سانپ بھی موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ زہریلے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔''

''لیکن میں نے سنا ہے کہ بہت زیادہ موٹے آدمیوں کو سانپ نہیں ڈستے۔'' حمید نے اونچی آواز میں کہا اور قاسم تڑک کر بولا۔ ''ہاں..... ہاں..... بھانجے لگتے ہیں ناموٹے آدمیوں کے..... وہاں سے اکھاڑو خیمے..... میں اب وہاں نہیں رہوں گا.....!''

نیما کو پھر ہنسی آ گئی۔

جیپ ایک بڑی سی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ پورچ میں پہنچ کر نیما نے انجن بند کر دیا۔ ٹھیک اسی وقت صدر دروازے میں ایک قوی ہیکل آدمی کھڑا دکھائی دیا۔

''ڈاکٹر چنگیزی.....!'' نیما آہستہ سے بولی۔

''شاندار.....!'' حمید نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر چنگیزی انہیں ناخوشگوار انداز میں گھورے جا رہا تھا۔

پھر جیسے ہی قاسم جیپ سے نیچے اُترا، ڈاکٹر کی آنکھوں میں پائی جانے والی ناگواری یکلخت تحیر اور دلچسپی کے تاثر میں تبدیل ہوگئی۔

''ویل..... ویل.....!'' کہتا ہوا وہ آگے بڑھا۔

''یہ وہی لوگ ہیں ڈاکٹر۔'' نیما سپاٹ لہجے میں بولی۔

''کون لوگ.....؟''

''فلم والے۔''

''اوہ.....!'' ڈاکٹر نے پھر بُرا سا منہ بنایا۔

''ہمیں بے حد افسوس ہے ڈاکٹر۔'' حمید مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ''آپ لوگوں سے اجازت حاصل کئے بغیر ہم نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ میں ایس ایچ زیٹو ہوں اور یہ قاسم قرا قرم والا۔''

''دونوں نام پسند نہیں آئے۔'' ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا اور نیما سے بولا۔ ''تم انہیں یہاں کیوں لائی ہو۔''

''تجربہ گاہ دکھانا چاہتی تھی تاکہ ضرورت پڑنے پر یہ ہم تک پہنچ سکیں۔''

''سوال یہ ہے کہ اس قسم کا خطرہ ہی کیوں مول لیا جائے۔''

''دراصل وہ جگہ ہمیں بہت مناسب نظر آئی تھی۔'' حمید بولا۔

''اب نامناسب سمجھ کر وہاں سے ہٹ جاؤ۔'' ڈاکٹر نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''اگر محتاط رہیں گے تو کسی دشواری میں نہیں پڑیں گے۔'' نیما بول پڑی۔

ڈاکٹر نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا اور تیزی سے مڑ کر اندر چلا گیا۔

حمید کو نیما کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ نظر آئی جیسے وہ ڈاکٹر کے چڑچڑے پن سے محظوظ ہوئی ہو۔

''چلئے.....اندر چلئے۔'' اس نے ان دونوں سے کہا۔

''مجھے تو خوف معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر سے۔'' حمید بولا۔

''اُوہ.....کچھ نہیں.....وہ تو بس یونہی۔''

''امے ہاں.....چلو نا.....ڈرتے قیوں ہو۔'' قاسم چہک کر بولا۔ ''کوئی شیر تھوڑا ہی ہے کہ پھاڑ کھائے گا۔''

وہ انہیں نشست کے کمرے میں لائی۔ قاسم نہ جانے کیوں بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا تھا۔

''آپ لوگ تشریف رکھئے۔'' نیما بولی۔ ''میں کافی کے لئے کہہ آؤں۔ یا آپ چائے پسند کریں گے۔''

''ارے نہیں.....اس کی تکلیف نہ کیجئے۔'' حمید نے کہا لیکن قاسم فوراً ہی بول پڑا۔ ''جی کافی ہی ٹھیک رہے غی۔''

نیما چلی گئی اور حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''آخر تم یک بیک اتنے خوش کیوں نظر آنے لگے ہو۔''

''جین اور جیکٹ میں بڑی اچھی لگتی ہے۔'' قاسم نے آہستہ سے کہا۔ ''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جین اور جیکٹ ہی کے لئے پیدا ہوئی ہو۔''

''جین اور جیکٹ پہنے ہوئے پیدا ہوئی ہوگی۔''

''مگر ڈاکٹر سالا.....کھترناک معلوم ہوتا ہے۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک اور لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے بڑی اگاوٹ کے ساتھ قاسم کو مخاطب کیا۔ ''آپ بلیک کافی پسند فرمائیں گے یا دودھ کے ساتھ؟''

''جی بس..... جیسی بھی مل جائے۔'' قاسم کے دانت نکل پڑے۔

''نہیں آپ بتائیے۔'' وہ لچک کر بولی۔ ''اتنے زبردست ہیں اور اتنی ذرا سی بات نہیں بتا سکتے۔''

''ہی ہی ہی ہی..... اب میں قیا عرض قروں۔''

''خیر..... کچھ کھائیے گا بھی..... یا صرف کافی.....؟''

''شش.....!'' حمید قاسم کو وارننگ دینے کے سے انداز میں بولا۔ ''ذرا محتاط ہو کر..... یہ تو اس طرح پوچھ رہی ہیں جیسے ہمیں بل بھی ادا کرنا پڑے گا۔''

''جی نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو دراصل یہ چاہتی ہوں کہ یہ بولتے رہیں اور اور میں سنتی رہوں۔'' وہ قاسم کی طرف اشارہ کر کے اٹھلائی۔

حمید اس غیر متوقع بے تکلفی پر جز بز ہو ہی رہا تھا کہ نیما کمرے میں داخل ہوئی، لڑکی اسے دیکھتے ہی ایسی سنجیدہ بن گئی جیسے اب تک بالکل خاموش کھڑی رہی ہو۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو.....؟'' نیما نے اسے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

''پوچھنے آئی تھی کہ بلیک کافی یا.....!''

''جاؤ.....!'' نیما آنکھیں نکال کر بولی اور وہ لڑکی تیزی سے باہر چلی گئی۔

''کچھ افراد خاص قسم کے لوگوں کے لئے بعض کمزوریاں بھی رکھتے ہیں۔'' نیما نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ ''یہ لڑکی لمبے چوڑے آدمیوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتی ہے۔''

''اجی..... میں قیا..... ہی ہی ہی ہی۔'' قاسم نے شرما جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

نیما اس کی مضحکہ خیز حالت دیکھ کر ہنس پڑی اور بولی۔ ''آپ تو فلموں میں بہت لافٹر لیتے ہوں گے۔''

''اتفاق سے یہ روزمرہ زندگی میں بھی لافٹر ہی لیتے رہتے ہیں۔'' حمید بولا۔

''ہاں..... تو آپ کی فلم کی ہیروئن کون ہے؟'' نیما نے حمید کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھئے..... قصہ دراصل یہ ہے کہ ہم ایک بالکل ہی نیا تجربہ کرنے جارہے ہیں اس لئے کوئی معروف ہیروئن اس کے لئے تیار نہیں ہوئی۔''

''نئے تجربے سے کیا مراد ہے۔''

''کہانی عام ڈگر سے اتنی ہٹی ہوئی ہے کہ لوگوں نے ابھی سے میرا مذاق اڑانا شروع کردیا ہے۔''

''پھر بھی.....!''

''اس فلم کی ہیروئن دراصل ایک لومڑی ہے۔''

''کیا بکواس کررہے ہو۔'' پشت سے آواز آئی اور وہ چونک پڑے۔ بائیں جانب والے دروازے میں ڈاکٹر چنگیزی کھڑا نظر آیا۔

''لومڑی کی سی شکل والی کوئی عورت..... میرا مطلب تھا.....!'' حمید نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

ڈاکٹر تیزی سے چل کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''ہماری فلم بہت نیچرل ہوگی۔'' حمید پُرسکون لہجے میں بولا۔

''لومڑی کی کیا بات کررہے تھے؟''

''آپ تشریف رکھئے تو عرض کروں۔''

''میں پوچھ رہا ہوں.....لومڑی کی کیا بات تھی۔''

''کہانی دراصل یوں ہے کہ ایک شکاری یعنی ہیرو ایک لومڑی کا تعاقب کرتا ہے، لومڑی ایک غار میں داخل ہوجاتی ہے اور جب ہیرو اس غار کے قریب پہنچتا ہے تو لومڑی کی سی شکل والی ایک عورت غار سے جھانکتی نظر آتی ہے۔''

''تم بکواس کررہے ہو۔''

''لینگویج پلیز.....!'' حمید کو بھی غصہ آ گیا۔

''لومڑی۔'' ڈاکٹر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔

''ڈاکٹر.....!'' نیما اونچی آواز میں بولی۔ ''سیریس ہونے کی ضرورت نہیں۔''

حمید نے محسوس کیا جیسے اس وارننگ پر ڈاکٹر سنبھل گیا ہو۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ

اس نے کہا۔ ''لیکن یہ کہانی نیچرل کس طرح کہلائے گی۔''

''اس طرح ڈاکٹر کہ ہیروئن عام طور پر بہت خوبصورت ہوتی ہے لیکن میں ایک ایسی کہانی فلمارہا ہوں جس کی ہیروئن لومڑی کی شکل کی ہے۔''

''پھر لومڑی۔'' ڈاکٹر پیر پٹخ کر دہاڑا۔

''اوہ زیٹو صاحب۔'' نیما جلدی سے بولی۔ ''دراصل ڈاکٹر کو لفظ لومڑی سے نفرت ہے۔ یہ لومڑی کو بسکٹ کہتے ہیں۔''

''اور بسکٹ کو قیا کہتے ہیں۔'' قاسم نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

ڈاکٹر نیما کو قہر آلود نظروں سے گھورے جارہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور بائیں جانب والے دروازے سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''ڈاکٹر صاحب میری سمجھ میں نہیں آئے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''ہر جینیئس کی کوئی نہ کوئی کمزوری بھی ہوتی ہے۔'' نیما نے پُر زور آواز میں کہا۔

''میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ کیا کبھی ڈاکٹر کی زندگی سے کوئی بہت زیادہ چالاک عورت بھی وابستہ رہی ہے۔''

''کمال ہے۔'' نیما تحیر زدگی کے عالم میں حمید کو دیکھتی رہ گئی۔

''قیا قمال ہے۔'' قاسم چڑھ کر بولا۔

''یہ اتنی جلدی معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے۔'' نیما طویل سانس لے کر بولی۔

''دراصل نفسیات میرا محبوب ترین سبجیکٹ ہے۔'' حمید نے شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

قاسم نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ گڑبڑا کر رہ گیا۔ دوسری لڑکی ناشتے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

حمید نے واضح طور پر دیکھا تھا کہ لڑکی نے ایک بیہودہ سا اشارہ کیا تھا۔ دفعتاً نیما اٹھتی ہوئی بولی۔ ''آپ لوگ کافی پیجئے۔ میں ابھی آئی۔''

وہ چلی گئی اور دوسری لڑکی قاسم کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''آپ تو اس طرح شرما رہے ہیں جیسے کوئی دیہاتی لڑکی۔ یہ سینڈوچ لیجئے نا۔''

''ہی ہی ہی ہی..... جی ہاں..... جی ہاں۔'' قاسم نے ہاتھ بڑھا کر ایک سینڈوچ اٹھایا اور غڑاپ سے پورا کا پورا ایک ہی بار منہ میں رکھ لیا۔

حمید نے اپنے لئے کافی انڈیلی لیکن لڑکی نے اُسے سینڈوچ کھانے کی دعوت نہیں دی تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے وہ لڑکی ذہنی طور پر قاسم پر لدی پڑ رہی ہو۔

''سب کھا لیجئے جناب۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔'' اس بار وہ قاسم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اٹھلائی۔

قاسم فخریہ انداز میں حمید کی طرف دیکھتا ہوا اپنی مسکراہٹ کی مٹی پلید کئے جا رہا تھا۔ ظاہر ہے منہ تو سینڈوچ سے بھرا ہوا تھا اس پر سے مسکرانے کی کوشش۔

''کیا آپ مجھے اپنی تندرستی کا راز بتا سکتے ہیں؟'' لڑکی نے بڑے پیار سے پوچھا۔

''خوب خاؤ۔'' قاسم منہ چلاتا ہوا بولا۔

حمید خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ یہ لڑکی بھی خوش شکل اور صحت مند تھی۔ قاسم کیلئے اسی نے کافی بنائی اور پیالی اسکی طرف کھسکاتی ہوئی بولی۔ ''کہئے تو کھانے کو کچھ اور بھی لاؤں۔''

''نہیں.....!'' حمید جلدی سے بولا۔ ''انہیں زیادہ نہ کھلایئے۔ ابھی بہت کام پڑے ہیں۔''

اس پر قاسم نے اُسے غصیلی نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ کافی ختم ہونے سے پہلے ہی نیما پھر کمرے میں داخل ہوئی۔

''چلئے..... اب میں آپ لوگوں کو وہاں چھوڑ آؤں۔ سہ پہر کو شوٹنگ دیکھنے آؤں گی۔'' اس نے کہا۔

''ضرور..... ضرور.....!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''مجھے بے حد خوشی ہوگی۔''

قاسم نے جلدی سے بقیہ کافی حلق میں انڈیلی تھی اور اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''میں بھی چلوں؟'' دوسری لڑکی نے نیما سے پوچھا۔

''تم کہاں بیٹھو گی۔'' نیما نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''پچھلی سیٹ پر تو صرف یہی سمائیں گے۔''

''میں بیٹھ جاؤں گی کسی نہ کسی طرح۔''

''ڈاکٹر سے پوچھ لو جا کر پہلے..... ورنہ بعد میں۔''

''تم چاہو تو لے جا سکتی ہو اور ڈاکٹر سے کہہ سکتی ہو کہ تم خود لے گئی تھیں۔''

''ہوں..... اچھا.....!'' نیما کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''چلو۔''

پہلے قاسم بیٹھا تھا اس کے بعد لڑکی بچی ہوئی جگہ پر ٹکتی ہوئی قاسم کے کان میں آہستہ سے بولی تھی۔ ''مجھے سنبھالے رہنا ورنہ گر جاؤں گی۔''

قاسم کے دانت نکل پڑے اور اس نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

جیپ ناہموار راستوں سے گزرنے لگی تو ایک بار اس لڑکی نے قاسم پر لدتے ہوئے کہا۔

''میرا نام کلارا ہے۔''

''پپ..... پپ..... پیارا ہے۔'' قاسم ہکلایا۔

''میں بھی فلم میں کام کرنا چاہتی ہوں۔''

''قریئے..... قریئے۔''

''آپ کا کیا رول ہے؟''

''مم..... میں جنگلیوں کا سردار ہوں۔''

''مجھے سردارنی بنالو۔''

''ہی ہی ہی ہی..... مذاخ قر رہی ہیں آپ.....!''

''تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔''

''غ..... غغ..... غغ.....!'' قاسم کے حلق سے بے ہنگم آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہ نکل سکا۔

تھوڑی دیر بعد جیپ ان کے ٹھکانے پر پہنچ گئی۔ نیما نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حمید سے کہا۔ ''مگر کیا ضروری ہے کہ آپ کو اسی وقت کوئی لومڑی مل ہی جائے جب آپ شکاری سے اس کا تعاقب کرانا چاہتے ہوں۔''

''ہمارے پاس ایک لومڑی موجود ہے۔''

''ہائے موجود ہے۔'' کلارا اٹھلائی۔ ''مجھے بھی دکھائیے۔ میں نے آج تک لومڑی نہیں دیکھی۔''

حمید اُسے چھولداری میں لایا جہاں لومڑی کا پنجرہ رکھا تھا۔

''ہائے..... کتنی پیاری لگ رہی ہے۔'' کلارا چہکارتی ہوئی آواز میں بولی۔

''واقعی آپ لوگ فلمی روایات سے ہٹتے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں۔'' نیما نے کہا۔

''تو آپ سہ پہر کو آ رہی ہیں؟''

''ضرور آؤں گی۔''

''مجھے بھی لانا..... ڈاکٹر تمہاری بات نہیں ٹالتے۔'' کلارا گھگھیائی۔

اُن کے چلے جانے کے بعد حمید بقیہ لوگوں سے کٹ کر اس گاڑی میں آ بیٹھا جس میں لاسلکی ٹیلیفون موجود تھا۔

''ہیلو.....!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''چینل سکس پلیز..... تھینکس۔''

پھر کسی قدر توقف کے ساتھ بولا۔ ''ہیلو..... ہارڈ اسٹون۔''

''ہارڈ اسٹون.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''یور آئیڈنٹٹی.....؟''

''زیٹو..... کام بن گیا۔'' حمید بولا۔ ''لومڑی کے نام پر وہ بوکھلا گیا تھا اوور۔''

''گڈ..... اور کچھ۔''

''لومڑی دیکھنے کے لئے اس کی دو لڑکیاں ہمارے خیموں میں آئی تھیں۔''

''بس آنکھیں کھلی رکھو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''سانپوں کی وجہ سے ساتھی پریشان ہیں۔''

''فکر نہ کرو..... میں جلد ہی پہنچوں گا..... اُوور اینڈ آل۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر حمید نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

شوٹنگ شروع ہونے سے قبل ہی وہ دونوں وہاں پہنچ گئی تھیں۔

''اَمے.....!'' قاسم حمید کا شانہ دباتا ہوا بولا۔ ''دوسری والی بھی آئی ہے۔''

''شٹ اپ..... بہت زیادہ دلچسپی ظاہر کرنے کی کوشش مت کرو۔''

''قیوں.....ہو.....ہوپ۔'' قاسم نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کیونکہ وہ قریب آ پہنچی تھیں۔

''ارے..... یہ تم ہو۔'' کلارا قاسم کو دیکھ کر ہنس پڑی کیونکہ وہ اس وقت جنگلیوں کے سردار کے لباس میں تھا۔

''مم..... میں..... دراصل.....!'' قاسم ہکلا کر رہ گیا۔

''فلم کا نام کیا ہوگا.....؟'' نیما نے حمید سے پوچھا۔

''نہ تم ملتے اگر.....!'' حمید بولا۔

''تو پھر شروع کرائیے شوٹنگ۔''

''بڑی مصیبت ہے۔ دیکھئے اس وقت ہم شوٹنگ کر بھی سکتے ہیں یا نہیں۔''

''کیوں.....؟''

''بار بار بادل آ جاتے ہیں۔ رفلکٹرز سے بھی کام نہیں چل رہا۔''

''تو اس طرح تو بڑا نقصان ہوتا ہوگا۔''

''جی ہاں..... لیکن فلم دیکھنے والوں کو ان دشواریوں سے کیا سروکار، وہ تو ڈھائی گھنٹے میں پوری فلم دیکھ کر گالیاں دیتے ہوئے ہال سے رخصت ہو جاتے ہیں۔''

''گالیاں کھانے کا کام ہی کیوں کرتے ہیں۔'' نیما بولی۔

''صاحب! اپنے یہاں کے فلم بین حضرات اب تک میری سمجھ میں نہیں آ سکے۔ فارمولا فلم بناؤ تو گالیاں کھاؤ اور نہ بناؤ تو اس سے زیادہ گالیاں کھاؤ۔ ہیرو ہیروئن کی شادی کرا دینے پر تلے بیٹھے رہتے ہیں۔ پوچھو بھائی اگر شادی ہو گئی تو تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا اور نہ ہوئی تو تم پر کیوں پھٹکار برسنے لگی۔''

''سوال یہ ہے کہ آپ فلم ہی کیوں بنانے بیٹھے ہیں۔ کوئی اور کاروبار دیکھئے۔''

''ہاں یہ سوال لاکھ کا ہے۔ لیکن ہیرا پھیری بھی آدمی کی فطرت میں شامل ہے۔ غالباً آپ سمجھ گئی ہوں گی میرا باپ فلم نہیں بناتا تھا اس کے باوجود بھی خاصا تندرست رہتا تھا۔''

''وہ کیا کرتے تھے۔'' کلارا نے مضحکانہ انداز میں سوال کیا۔

''مجھے پیدا کرنے کے علاوہ انہوں نے اور کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''جاگیردار تھے۔'' حمید شرما کر بولا۔

''آپ بھی دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''جی ہاں.....جی ہاں.....بہت دلچسپ۔'' قاسم نے احمقانہ انداز میں تائید کی۔

''میں دراصل لومڑی والا منظر دیکھنا چاہتی تھی۔'' نیما حمید کو بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

''میں سمجھ گیا آپ کا مطلب.....یعنی ہم کس طرح اسے کیمرے کی گرفت میں رکھ سکیں گے۔''

''جی ہاں..... میں یہی دیکھنا چاہتی ہوں۔'' نیما ہنس کر بولی۔ ''وہ تو پنجرے سے آزاد ہوتے ہی کسی طرف بھی بھاگ سکتی ہے۔ کوئی تربیت یافتہ کتا تو ہے نہیں کہ آپ کے اشاروں پر چلے گا۔''

''دیکھئے گا آپ.....کس طرح میرے اشاروں پر چلتی ہے۔''

''تو پھر شروع کیجئے نا۔'' کلارا اٹھلائی۔

''اس روشنی میں آپ شوٹنگ تو نہ دیکھ سکیں گی البتہ ریہرسل۔''

''چلئے.....ریہرسل ہی سہی۔ لیکن لومڑی والا سین۔'' نیما نے کہا۔

''ریہرسل میں تو وہ نکل جائے گی ہاتھ سے۔''

نیما ہنس پڑی اور ٹھیک اسی وقت خیموں کے پیچھے سے کسی کے چیخنے کی آواز آئی اور پھر بیک وقت کئی آدمی چیخے۔ ''سانپ.....سانپ.....ڈس لیا۔''

حمید اچھل کر آوازوں کی طرف جھپٹا۔ پھر سبھی اسی جانب دوڑے چلے گئے تھے۔ یونٹ کا ایک آدمی دونوں ہاتھوں سے اپنی پنڈلی پکڑے بیٹھا بُری طرح چیخ رہا تھا۔

''پیچھے ہٹو..... پیچھے ہٹو.....اس کے قریب بھیڑ نہ لگاؤ۔'' نیما لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے دھکیلتی ہوئی آگے بڑھی اور مارگزیدہ کے قریب پہنچ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

''ہاتھ ہٹاؤ..... مجھے زخم دیکھنے دو۔'' اس نے اس سے کہا اور پنڈلی سے اس کے ہاتھ ہٹانے لگی۔

زخم دیکھ کر اس نے طویل سانس لی اور پھر حمید کی طرف مڑ کر بولی۔ ''اسے جلد از جلد

ہماری لیبارٹری کی طرف لے چلئے۔''

وہ چلے گئے اور کلارا جیپ پر جگہ نہ ہونے کی بناء پر وہیں رہ گئی۔ ویسے قاسم نے اُسے دوسری گاڑی پر لے جانے کی پیش کش کی تھی۔

''کچھ دیر باہر رہنا چاہتی ہوں۔ اس عمارت میں دم گھٹنے لگا ہے۔'' کلارا نے کہا اور قاسم جلدی سے بول پڑا۔''بلقل..... بلقل..... آپ شہر میں ہوتیں تو خوب سیر سپاٹے قراتا۔''

''آپ مجھے اتنے بھولے اور پیارے لگتے ہیں کہ کیا بتاؤں۔''

''ارے میں کیا..... ہی ہی ہی..... بلقل بے وقوف ہوں۔''

''اسی لئے تو اتنے پیارے ہیں۔ عقلمند مرد مجھے بالکل گدھے لگتے ہیں۔''

''ہوتے ہی ہیں سالے گدھے۔ یہ بھی کوئی عقلمندی ہوئی کہ عورتوں کو اچھے نہیں لگتے۔''

''میں آپ کو کیسی لگتی ہوں؟''

''بس قیا بتاؤں..... یہی جی چاہتا ہے کہ دیختا رہوں۔ دن میں بھی اور رات میں بھی۔''

''رات میں کیسے دیکھ سکیں گے۔'' کلارا مایوسی سے بولی۔''میں کوٹھی میں ہونگی اور آپ یہاں۔''

''ڈاکٹر آپ کا قون ہے؟''

''مالک..... میں اس کی ملازمہ ہوں۔''

''لاہول واا کوت..... یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ نہیں آپ اس کی مالک ہیں۔''

''یقین کیجئے..... ڈھائی سو روپے ماہوار پر ملازم ہوں۔''

''لعنت ہے مجھ پر۔'' قاسم غصیلے لہجے میں بولا۔

''ارے آپ اپنے اوپر کیوں لعنت بھیج رہے ہیں۔''

''قیوں نہ بھیجوں۔ آپ نوکری قریں اور میں اُلو کا پٹھا دیختا رہوں..... چلئے میرے ساتھ..... شہر چلئے۔''

''ڈاکٹر مجھے گولی مار دے گا..... جلاد ہے۔''

''ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا۔ آپ قیا سمجھتی ہیں مجھے۔''

کچھ دیر بعد نیا واپس آ گئی۔ مارگزیدہ کو تجربہ گاہ میں چھوڑ آئی تھی۔ حمید نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ کلارا کو جیپ میں بٹھا کر واپس چلی گئی۔

اس شب کو ڈاکٹر چنگیزی سٹنگ روم میں نیما سے اُلجھ رہا تھا۔ نیما بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے دونوں میں کسی بات پر شدید ترین اختلاف ہوگیا ہو۔ ٹھیک اسی وقت ایک ملازم کمرے میں داخل ہوکر بولا۔ ''اطلاعی سیٹی ہے جناب۔''

''اوہ..... اس وقت کون ہے؟'' ڈاکٹر پیر پٹخ کر دہاڑا۔

''تم دیکھو! کون ہے۔'' نیما نے ڈاکٹر کو گھورتے ہوئے ملازم سے کہا۔ ملازم چلا گیا۔

''تم حد سے زیادہ بدحواس ہوتے جارہے ہو ڈاکٹر۔'' نیما نے سخت لہجے میں کہا۔

''بکواس مت کرو..... تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتیں۔''

''میں پھر کہتی ہوں کہ اس فلم والے کو جوں کا توں نکل جانے دو۔''

''کوئی دلیل.....؟''

''بس یونہی! ہر مارگزیدہ کے ساتھ یکساں ٹریٹمنٹ مناسب نہیں۔''

''اس سے پہلے تو کبھی تم نے اس قسم کا مشورہ نہیں دیا۔''

''اب دے رہی ہوں۔'' وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ''اور اسکی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔''

''نہیں..... اس کی وجہ وہ کھلنڈرا فلم ڈائریکٹر معلوم ہوتا ہے۔''

''اگر تم نے اس قسم کا کوئی بیہودہ الزام مجھ پر لگایا تو.....!''

وہ جملہ پورا نہیں کر پائی تھی کہ ملازم کمرے میں داخل ہوا۔

''کون ہے.....؟'' ڈاکٹر نے کھا جانے والے انداز میں پوچھا۔

''کوئی سیٹھ اکرام ہیں۔ فوراً ملنا چاہتے ہیں۔''

''اُوہ..... یہ مردود پاگل ہوگیا ہے۔ جاؤ بلا لاؤ۔'' ڈاکٹر غرایا اور ملازم کے چلے جانے پر نیما سے بولا۔ ''تم اندر جاؤ۔''

نیما اُسے خونخوار نظروں سے گھورتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد سیٹھ اکرام ملازم کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔

''کیوں.....؟'' ڈاکٹر چنگیزی اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے میرے آدمی کے ساتھ اتنا بُرا برتاؤ کیوں کیا اور اُسے کیا ہوگیا ہے۔'' سیٹھ اکرام کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

''سوال تو یہ ہے کہ وہ آیا ہی کیوں تھا؟''

''میں نے بھیجا تھا تا کہ تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کردیا جائے۔''

''کیسا خطرہ؟ شائد تمہارا دماغ چل گیا ہے۔''

''تمہارے ڈرموں کی سپلائی کے سلسلے میں فریدی چھان بین کررہا ہے۔''

''کرنے دو۔ کیا میں کوئی غیر قانونی کام کررہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے میرے کام کے سلسلے میں حکومت سے امداد ملتی ہے۔ میں سرکاری تجربہ گاہوں کے لئے سانپوں کا زہر اکٹھا کرتا ہوں۔ کیا سمجھے۔ اصل میں غلطی میری ہی ہے کہ تم جیسے لوگوں سے کاروباری تعلق رکھتا ہوں۔''

''کیا مطلب.....؟'' سیٹھ اکرام کی بھنویں تن گئیں۔

''تم شاید اپنی ہی طرح مجھے بھی کوئی اسمگلر سمجھتے ہو۔ اسی لئے خیر خواہی جتانے دوڑے آئے ہو۔ اے احمق سیٹھ۔ اگر میں اپنے ڈرموں کو ایک ویران جگہ پر ڈلوا دیتا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن ڈرموں میں کوئی چیز بھر کر سرحد پار بھجوائی جاتی ہے۔''

''مم.....میں تو یہی سمجھتا تھا۔''

''بس جاؤ.....اب میں تم سے اپنا کاروباری تعلق ختم کرتا ہوں۔ مجھے علم نہیں تھا کہ تمہارا ادارہ پولیس کی بلیک لسٹ پر ہے۔''

''جہنم میں جائے سب کچھ۔'' سیٹھ اکرام بھی گرم ہوتا ہوا بولا۔ ''تم نے میرے آدمی پر اتنا بڑا الزام کیوں لگایا۔ کہاں ہے وہ لڑکی بلاؤ اُسے۔''

''بہت خوب! اس کے بعد بھی وہ اس چھت کے نیچے رہ سکتی تھی۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اُسی دن اُسے بھی نکال باہر کیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اب وہ کہاں ہوگی۔''

''میرا آدمی قریب المرگ ہے۔''

''میں تو سمجھا تھا کہ اب تک مر چکا ہوگا۔'' ڈاکٹر نے لاپرواہی سے کہا۔

''وہ قسمیں کھاتا ہے۔''

''تو پھر کیا ہوا ہے اُسے؟''

''ڈاکٹر کہتے ہیں کہ خون حیرت انگیز طور پر ضائع ہوا ہے۔''

''تو پھر وہی لڑکی اس کا خون بھی پی گئی ہوگی۔ سیٹھ اکرام اب تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔''

''ورنہ کیا ہوگا.....؟''

''میں تمہیں اُٹھوا کر باہر پھینکوادوں گا۔''

''اچھی بات ہے.....ڈاکٹر میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ جا رہا ہوں۔''

''غصے میں یونہی نکلے نہ چلے جانا۔'' ڈاکٹر چنگیزی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''ورنہ ڈسے جاؤ گے۔ کسی ملازم کے ساتھ کمپاؤنڈ پار کرنا۔''

سیٹھ اکرام کمرے سے نکل گیا۔ ڈاکٹر چنگیزی کے ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔ اکرام کے جاتے ہی نیما اس طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی جیسے قریب ہی کہیں چھپی ہوئی اُن کی گفتگو سنتی رہی ہو۔

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔'' وہ ڈاکٹر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' ڈاکٹر غرایا۔

''اچھی بات ہے.....میں جا رہی ہوں۔''

''کہاں.....؟'' ڈاکٹر چونک پڑا۔

''کہیں بھی جاؤں.....لیکن اب تم سے کوئی تعلق نہ رکھوں گی۔''

''اُوہ.....سمجھنے کی کوشش کرو نیما۔'' ڈاکٹر بے بسی سے بولا۔

''سیٹھ اکرام سے تمہارا برتاؤ نامناسب تھا۔''

''اچھا.....تو پھر کیا میں اس کی پوجا کرتا۔''

''نہیں.....کسی دوسری طرح اُسے مطمئن کرکے یہاں سے رخصت کرتے۔''

''تم نہیں سمجھ سکتیں۔ اگر میں ذرا بھی ڈھیلا پڑتا تو وہ میرے سر پر سوار ہو جاتا اور پھر اس سے ہمارا تعلق ہی کیا۔''

نیما کچھ نہ بولی۔ وہ کسی سوچ میں پڑگئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ''یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ کرنل فریدی چونک پڑا ہے۔''

''اونہہ.....اُسے بھی دیکھوں گا.....تم فکر نہ کرو۔''

''فلم والے کے بارے میں کیا سوچا.....؟''

''اگر تم اس پر رضا مند نہیں ہو تو وہ صبح کو یہاں سے صحیح وسلامت رخصت ہو جائے گا۔ سانپ زہریلا نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے کسی اجگر کے بچے نے کاٹا ہو۔''

''شکریہ.....میں یہی چاہتی ہوں، جب تک فریدی کا خطرہ ٹل نہ جائے ہمیں بہت محتاط رہنا چاہئے۔ میں یہی معلوم کرنے کی کوشش کررہی ہوں کہ یہ فلم والے کہیں پولیس سے تو متعلق نہیں ہیں۔''

ڈاکٹر اُسے چند لمحے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ بعض اوقات تم کارآمد ثابت ہوتی ہو۔''

''بعض اوقات نہیں ہمیشہ۔'' وہ ڈاکٹر کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''لومڑی کے ذکر پر بھی تم محتاط نہیں ہوسکے تھے۔''

''اُوہ.....اس کا کیا ہوگا.....؟'' ڈاکٹر کے لہجے میں اضطراب کی آمیزش تھی۔

''یہی تو دیکھنا ہے۔ محض اسی کی بناء پر مجھے شبہ ہے کہ وہ فلم والے نہیں ہیں۔'' نیما نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔ ''بہرحال اُن کی پوری طرح نگرانی ہو رہی ہے۔''

''لومڑی وہاں سے غائب بھی کرائی جاسکتی ہے۔'' ڈاکٹر بولا۔

''یہ کام مشکل نہیں ہے، لیکن فی الحال صبر کرو۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہی پانچویں لومڑی ہے جو واپس نہیں آئی تھی۔''

''کیا مطلب.....؟'' ڈاکٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''پانچویں لومڑی۔'' نیما سخت لہجے میں بولی۔ ''کیا تم خوفزدہ ہو۔''

''بکواس مت کرو۔'' یک بیک ڈاکٹر خود پر قابو پاتا ہوا غرایا۔ ''مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ پانچویں لومڑی ہے۔ جو بھی میرے راستے میں آیا مارا جائے گا۔''

حمید نے ہیرو کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ بڑا قد آور اور سجیلا جوان تھا۔ جس وقت وہ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹ کار میں وہاں پہنچا..... نیما اور کلارا بھی موجود تھیں۔ حمید نے آگے بڑھ کر اُسے غور سے دیکھا تھا۔

''گھوڑا ٹرک پر آ رہا ہے۔'' ہیرو نے گاڑی سے اترتے ہوئے اطلاع دی۔

''ٹھیک ہے.....ٹھیک ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''تم تھوڑی دیر آرام کرلو۔''

کلارا اور نیما دونوں ہی اُسے گھورے جا رہی تھیں۔ قاسم کبھی ہیرو کی طرف دیکھتا اور کبھی کلارا کو دیکھنے لگتا۔ حمید ہیرو کو ساتھ لئے ہوئے ایک خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ قاسم اتنی دیر میں اپنی موجودہ حیثیت کو قطعی فراموش کر بیٹھا اور جھینپے ہوئے انداز میں کلارا سے بولا۔ ''بالکل چگد معلوم ہوتا ہے سالا.....!''

''کون.....؟'' کلارا چونک پڑی۔

''ہوغا قوئی۔'' قاسم نے لاپروائی سے کہا۔

''آپ نہیں جانتے۔'' نیما نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''میں نے قوئی جاننے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔''

''میرے خیال میں شاید یہی ہیرو ہے۔'' کلارا بولی۔

''ہونہہ.....ایسے ہوتے ہیں ہیرو۔ سالے کی نہ ناک نہ نقشہ۔''

''اُوہ.....تو آپ نہیں جانتے؟''

''ارے میں قوئی گرا پڑا ہوں کہ ایسوں ویسوں قو جانتا پھروں۔''

نیما نے قاسم کی نظر بچا کر کلارا کو آنکھ ماری اور خود وہاں سے ہٹ کر یونٹ کے دوسرے لوگوں کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

''بڑے تعجب کی بات ہے قراقرم والا صاحب.....!'' کلارا بولی۔

''قون سالا ہے قراقرم والا۔''

''پھر آپ کون ہیں؟''

اس سوال پر قاسم پھر چونکا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ہنس کر بولا۔ ''میں..... میں ہوں..... یعنی قاسم قراقرم.....!''

''لیکن ابھی تو آپ نے.....!''

''وہ..... وہ..... بس یونہی..... وہ تو میں سب اس لئے کہتا رہا ہوں کہ آپ صرف میری بات کریں..... وہ سالا ہیرو..... بہت زیادہ خبصورت تو نہیں ہے۔''

''ہائے..... آپ..... تو بس۔''

''ہاں..... ہاں..... قہوقہو.....!''

''اپ تو میری زندگی کے گھنٹہ گھر ہیں۔''

''مذاق اڑا رہی ہو میرا۔''

''ارے نہیں۔ کسی موٹے آدمی کو آج تک میں نے اتنا خوبصورت نہیں پایا جتنے آپ ہیں۔''

''شکریہ۔'' قاسم گلوگیر آواز میں بولا۔ ''آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

کلارا چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ واقعی قاسم کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ ساتھ ہی شائد ذہنی رو بھی بہکی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں موٹے موٹے قطرے گالوں پر ڈھلکنے لگے۔

''ارے..... ارے..... یہ کیا ہو رہا ہے۔'' کلارا بوکھلا گئی۔

''بس اب..... مم..... میرے خدا..... میں قیا قروں۔''

''کچھ بولئے نا..... یہ کیا ہو گیا آپ کو۔''

''آج آپ محوبت تی باتیں کر رہی ہیں۔ کل میں بلقل اکیلا رہ جاؤں غا۔ مجھے قوئی منہ نہیں لگاتا۔''

کلارا کھڑی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتی رہی۔

''مم..... مجھے..... اب مرجانا چاہئے۔'' قاسم نے پھر غوں غوں کی۔

''ارے..... یہ کیسی مایوسی کی باتیں کر رہے ہیں۔''

''میں یہاں سے واپس نہیں جانا چاہتا۔ قوئی سانپ ہی ڈس لے تو اچھا ہے۔''

''آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے۔''

''آپ کچھ نہ پوچھئے.....ورنہ زور زور سے رونے لغوں غا۔'' قاسم کی آواز کسی قدر بلند ہوگئی اور کلارا نے غالباً اس لئے چاروں طرف دیکھا تھا کہ کہیں کوئی ان کی طرف متوجہ تو نہیں۔ پھر چپ چاپ قاسم کے پاس سے کھسک کر نیما کے قریب جا پہنچی تھی۔

اتنے میں حمید اور ہیرو ایک دوسرے پر گرجتے برستے ہوئے خیمے سے باہر نکلے۔

''ٹھیک ہے۔'' حمید دہاڑ رہا تھا۔ ''آپ نہیں کرنا چاہتے تو تشریف لے جائیے۔ ہمارے کانٹریکٹ میں ایسی کوئی شق نہیں تھی کہ آپ کا کام کوئی ڈپلیکیٹ بھی کرے گا۔''

''معاہدوں میں یہ باتیں نہیں ہوا کرتیں۔'' ہیرو بھی چلایا۔ ''کبھی اور بھی فلم بنائی تھی۔''

''بکواس بند کرو۔'' حمید اُسے گھونسہ دکھا کر چیخا۔ ''کیا میں نے تمہاری خوشامد کی تھی کہ میرے لئے کام کرو۔ تم خود ہی چکر لگاتے رہے تھے۔''

''گھوڑے پر ڈپلیکیٹ بیٹھے گا۔''

''ہرگز نہیں.....مجھ سے متفق نہیں ہو تو چلتے پھرتے نظر آؤ۔''

''اچھی بات ہے۔ میں تمہیں دیکھوں گا۔'' ہیرو اپنی اسپورٹ کار کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''چپ چاپ چلے جاؤ، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' حمید جامے سے باہر ہوتا ہوا چیخا۔

وہ پھر پلٹ پڑا۔

''آخر بات کیا ہے؟'' نیما حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''دوڑتے ہوئے گھوڑے پر خود نہیں بیٹھیں گے کوئی اور بیٹھے اور کھڑے ہوئے گھوڑے پر ان کا کلوز اپ لیا جائے۔ اب میں اس وقت کہاں سے لاؤں ڈپلیکیٹ..... پہلے ہی کہہ دیا ہوتا۔''

''تو اس میں اتنا گرم ہونے کی کیا بات ہے۔'' ہیرو ان کے قریب پہنچ کر بولا۔

''مفت میں وقت اور پیسہ ضائع کراتے ہو تم لوگ۔'' حمید غرایا۔ ''نہیں صاحب! اب میں دوسرا ہی انتظام کروں گا۔ آپ تشریف لے جائیے۔''

''میں سوٹ فائیل کردوں گا تمہارے خلاف۔''

''ضرور کردو.....اور اب چلے جاؤ۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ بات بہت زیادہ بڑھ جائے۔''

''اچھا.....اچھا..... میں دیکھوں گا۔'' ہیرو نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر اپنی گاڑی

کی طرف بڑھ گیا۔

''پھر اب کیا کرو گے؟'' نیما نے حمید سے پوچھا۔

''پرواہ نہیں۔ یہ بھی نیا ہی چہرہ تھا۔ میں کسی کو بھی ہیرو بنا سکتا ہوں۔ میری یہ فلم کاسٹ پر نہیں کہانی کے بل بوتے پر چلے گی۔ سب جائیں جہنم میں۔''

دفعتاً ہیرو کی گاڑی کی طرف سے کسی کے چیخنے کی آواز آئی اور وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ہیرو زمین پر پڑا چیخ رہا تھا۔ ''سانپ.....سانپ کاٹ گیا۔''

ایک بڑا سا سانپ سرسراتا ہوا دوسری طرف کی جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔

''خدا کی پناہ.....کوبرا۔'' نیما کہتی ہوئی ہیرو کی طرف جھپٹی۔

ہیرو نے سینڈل پہن رکھے تھے۔ سانپ نے داہنے پیر کے انگوٹھے پر منہ مارا تھا۔

''رسی لاؤ۔ جلدی سے کوئی رسی لاؤ۔'' نیما دونوں ہاتھوں سے اس کی پنڈلی دباتی ہوئی چیخی تھی۔

اس وقت پچھلے دن سے زیادہ سنسنی پھیل گئی تھی۔ کسی نے موٹی سی ڈور نیما کے ہاتھ میں پکڑا دی اور وہ اسے مارگزیدہ ہیرو کی پنڈلی پر سختی سے لپیٹنے لگی۔

کچھ لوگ بڑے بڑے پتھر لئے جھاڑیوں میں سانپ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ نیما حمید کو مخاطب کر کے بولی۔ ''اسے جلد از جلد تجربہ گاہ تک پہنچانے کی کوشش کرو۔''

حمید پر بھی بوکھلاہٹ سی طاری ہوگئی تھی۔ اس طرح چاروں طرف بھاگتا پھر رہا تھا جیسے کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا ہو کہ اب کیا کرنا چاہئے۔

مارگزیدہ کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑتے جارہے تھے۔ بدقت تمام اُسے نیما کی جیپ پر بٹھایا گیا۔ حمید اسکے ساتھ بیٹھا اور جیپ تجربہ گاہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ کلارا قاسم کیساتھ وہیں کھڑی رہی۔ فلم یونٹ کے دوسرے لوگ بہ آواز بلند کہہ رہے تھے کہ اب وہ وہاں نہیں رکیں گے۔

''میں بھی نہیں چاہتی کہ رات آپ یہاں بسر کریں۔'' کلارا نے قاسم سے کہا۔

''پھر قہاں کروں؟''

''اگر آپ کو بھی سانپ ڈس لے تو میں آپ کو اپنے ساتھ لے جاسکوں گی۔''

''یعنی.....یعنی.....!'' قاسم ہکلایا۔

''خدانخواستہ آپ کو سانپ ڈسے۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ ڈسے جانے کی ایکٹنگ کیجئے اور یہاں سے نکل چلئے۔''

''اُوہو..... یہ بات ہے.....اچھا.....اچھا۔''

''آپ کی ماہانہ آمدنی اندازاً کتنی ہوگی؟''

''قچھ پتانہیں.....!'' قاسم کی ذہنی رو پھر بہکنے لگی۔

''بڑی عجیب بات ہے۔ آپ کو اپنی ماہانہ آمدنی کا علم نہیں جبکہ شاید آپ بھی پہلی ہی بار اس فلم میں آ رہے ہیں۔''

''ارے تو قیا میری قوئی فلم کی کمائی ہے۔''

''تو پھر.....!''

''فلم تو شوق کی چیز ہے۔ میرے تو بہت بڑے بڑے کارخانے اور مل ہیں۔''

''بیوقوف بنا رہے ہیں۔'' وہ ہنس پڑی۔

''نہیں الاقسم..... عاصم ملٹی انڈسٹریز کا نام تو سنا ہی ہوگا آپ نے۔''

''کیوں نہیں.....کیوں نہیں۔''

''عاصم صاحب میرے والد صاحب ہیں۔''

''اوہ.....شادی ہو چکی ہے.....آپ کی؟''

''تھوڑی سی ہوئی ہے۔ جھوٹ قیوں بولوں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب یہ کہ.....ہی ہی ہی.....قیا بتاؤں۔''

''خیر..... خیر.....کوئی بات نہیں۔ اب آپ جلدی سے ڈسے جانے کی اداکاری شروع کر دیجئے۔ یہاں آپ کو نہیں رہنے دوں گی۔''

''مم.....مم.....سانپ۔''

''اچھا.....اچھا..... آپ سے نہیں بنے گا۔'' کلارا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''میں خود ہی کوئی تدبیر کروں گی۔''

''جی ہاں..... یہی ٹھیخ ہے۔ آپ ہی قوئی تدبیر قر دیجئے اور میں تو قہتا ہوں کہ لانت

ہے فلم ولم پر۔ آپ میرے ساتھ شہر چلئے۔ اپنے کسی آفس میں ہزار بارہ سو پر رکھوا دوں گا۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنا۔ میں اس جنگل اور سانپوں سے تنگ آ گئی ہوں۔''

''اچھا تو پھر ایسا ہے کہ چپ چاپ نکل چلتے ہیں۔ میری بیوک اُدھر خیموں کے پیچھے کھڑی ہے۔''

''لیکن اس طرح نکل جانے پر ڈاکٹر مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''ایسی کی تیسی سالے کی۔ ٹانگیں چیر کر پھینک دوں غا۔''

ڈاکٹر چنگیزی کی تجربہ گاہ میں اس وقت حمید بھی موجود تھا۔ ہیرو پر غشی طاری ہوگئی تھی اور ڈاکٹر چنگیزی اس انگوٹھے کو دیکھ رہا تھا جس پر سانپ کے دانتوں کے نشان تھے۔

دفعتاً ڈاکٹر نیما کی طرف مڑ کر بولا۔ ''تم انہیں سٹنگ روم میں بٹھا کر یہاں واپس آؤ۔''

''چلئے۔'' نیما نے حمید سے کہا اور حمید زیرلب کچھ بڑبڑاتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔ نیما اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر ڈاکٹر کے پاس واپس آ گئی۔ ڈاکٹر نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ نیما خاموشی سے بائیں جانب مڑ گئی۔ ڈاکٹر نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر آہستگی سے دروازہ بند کیا۔ نیما ہمہ تن گوش سوالیہ نشان بنی ڈاکٹر کو دیکھے جا رہی تھی۔

''تم نے خود دیکھا تھا کوبرا.....؟''

''ہاں..... میں نے خود دیکھا تھا..... کوبرا ہی تھا۔''

''تین سال سے ان اطراف میں جھک مار رہا ہوں۔ لیکن مجھے کہیں کوبرا دکھائی نہیں دیا۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' نیما اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''کوبرا وہ اپنے ساتھ لایا تھا لہٰذا تمہیں یہ سن کر بھی حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ کوبرا زہریلا نہیں تھا اور اس شخص کی بیہوشی محض ڈھونگ ہے۔''

''تت.....تو پھر.....!''

''تمہارا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ پولیس والوں ہی کی بھیڑ ہے۔ فلم یونٹ نہیں ہے۔''

''دیکھا.....!'' وہ خوش ہوکر بولی۔ ''میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے، اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اُسے جوں کا توں واپس کردو۔''

''اب اس کا کیا حشر کیا جائے؟''

''اس کا حشر بھی کروں گی۔'' نیما جھنجھلا کر بولی۔

''کیا مطلب.....؟''

''تھری سیون کا انجکشن دے کر وہیں چھوڑ آؤں گی۔''

''اور وہ ان پر پتھراؤ شروع کردے گا۔ نہیں یہ مناسب نہیں۔''

''کیوں.....؟''

''میرا خیال ہے کہ اس فلم ڈائریکٹر کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جائے کہ یہاں کوئی غیر معمولی کام نہیں ہو رہا اور ہاں کلارا کہاں ہے۔ اس سے کہو کہ موٹے پر سے اپنی توجہ ہٹالے۔ اس آدمی کو اُٹھوا کر وہیں اس کے کیمپ میں بھجوا دو۔ کہہ دینا کہ سانپ زہریلا نہیں تھا۔ دہشت سے بیہوش ہوگیا ہے۔''

''نہیں.....اسے بھی رات بھر روکنا چاہئے۔ فوری طور پر یہ کہہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ سانپ زہریلا نہیں تھا۔ اسے رات بھر یہیں رکھ کر اس کی نگرانی کی جائے۔''

''کیوں.....؟'' ڈاکٹر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے۔'' نیما نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''یہ کیا بکواس۔'' ڈاکٹر بھنا گیا۔

''اگر ذہن کام نہ کرے تو خاموشی اختیار کیا کرو۔ اگر وہ خود ہی سانپ اپنے ساتھ لایا تھا تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد رہا ہوگا۔''

ڈاکٹر کے چہرے سے ناگواری کے آثار زائل ہوگئے اور وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔

نیما پھر بولی۔ ''مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ اُسے یہاں رات گزارنے کا موقع دیا جائے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ رات کو یہاں کیا کرتا ہے۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ اگر کرنل فریدی ادھر متوجہ ہوا ہے تو اسے مایوسی ہی ہونی چاہئے لیکن ٹھہرو..... وہ لومڑی..... اس کا کیا کیا جائے۔ اگر انہیں اس کو استعمال کرنے کا موقع مل گیا تو.....؟''

''میں آج رات کو اُسے پنجرے ہی میں ختم کرادینے کی کوشش کروں گی۔ اس ڈائریکٹر کے بچے کو کیمپ پہنچا کر واپس آتی ہوں۔ کلارا وہیں رہ گئی ہے۔''

نیما حمید کو جیپ میں بٹھا کر کیمپ کی طرف روانہ ہوگئی۔ خلاف معمول وہ بہت خاموش تھی۔ حمید نے ہیرو کے متعلق استفسار کیا۔

''کوشش کی جائے گی کہ وہ بچ جائے۔ سانپ زہریلا تھا۔ کوبرا آپ جانتے ہی ہوں گے کتنا زہریلا ہوتا ہے۔''

''میں بہت زیادہ متفکر ہوں۔ خواہ مخواہ جھگڑا کر بیٹھا تھا۔''

نیما کچھ نہ بولی۔ وہ کیمپ میں پہنچ گئے۔ لیکن قاسم اور کلارا کا کہیں پتا نہ تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اپنا سامان بیوک میں رکھ کر کلارا سمیت کہیں چلا گیا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں۔'' نیما حمید کو گھورتی ہوئی بولی۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ لڑکی کو اُس سے بے تکلف نہ ہونے دیا جائے۔''

''پھر بھی..... آخر وہ کہاں گئے۔''

حمید خود الجھن میں پڑ گیا تھا۔ فریدی نے قاسم کو ساتھ لانے کی مخالفت کی تھی۔ لیکن حمید نے محض تفریحاً اُسے اس یونٹ میں شامل کرلیا تھا اور اُسے اس پر آمادہ کرنے کے لئے خاصے پاپڑ بھی بیلے تھے۔ لیکن وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ قاسم صرف اپنی ذمہ داری پر کوئی ایسی حرکت بھی کر بیٹھے گا۔

''سنو.....!'' نیما حمید کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں بولی۔ ''اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر کلارا واپس نہ آئی تو تم سب بھگتو گے۔''

''کلارا دودھ پیتی بچی تو نہیں تھی۔'' حمید بھی کسی قدر گرم ہو کر بولا۔ ''جہاں بھی گئی ہوگی اپنی مرضی سے گئی ہوگی۔ تم نے یہی تو بتایا تھا کہ موٹے آدمی اس کی کمزوری ہیں۔''

''کچھ بھی ہو۔ تم اس یونٹ کے انچارج ہو۔ اگر کلارا واپس نہ آئی تو تم سے نپٹا جائے گا۔''

''میں تو تمہیں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا کہ سانپوں کے اس جنگل سے کہیں دور نکل چلو۔ ملک کی مقبول ترین ہیروئن بنا دوں گا۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''آخر ڈاکٹر کتنی تنخواہ دیتا ہے۔''

''بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرو۔''

''کیا کوشش کے بغیر بھی بے تکلف ہونا ممکن ہے۔''

''شٹ اپ۔''

''میں بہت دکھی ہوں محترمہ نیا۔ اس وقت ہزاروں کا نقصان ہوا ہے۔ لیکن اگر آپ میرے ساتھ چلنے پر رضامند ہو جائیں تو یہ زخم مندمل بھی ہو سکتا ہے۔''

''میں کہتی ہوں بکواس بند کرو اور کلارا کا پتہ بتاؤ۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ٹرک خیموں کی اس چھوٹی سی بستی کے قریب آ رکا۔ ٹرک پر ایک گھوڑا مع ساز و سامان موجود تھا۔ ڈرائیور کے قریب والی اگلی نشست سے ایک آدمی نیچے اُترا اور ٹرک کے پیچھے حصے کی رکاوٹ نیچے گرا کر گھوڑے کو اس پر سے اتارنے لگا۔

''اب کیا میں گھوڑے کو اپنے کاندھے پر سوار کراؤں گا۔'' حمید ہاتھ ہلا کر دہاڑا۔

''کیوں؟ کیا ہوا جناب؟'' نووارد نے پوچھا۔

''ہیرو کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ ڈاکٹر چنگیزی کے کلینک میں بیہوش پڑا ہے۔''

''یہ تو بہت بُرا ہوا۔'' وہ گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''دوسری صورت میں بھی بُرا ہی ہوتا کیونکہ اچانک اس نے گھوڑ سواری کے لئے ڈپلیکیٹ کی بات شروع کر دی تھی اور فوری طور پر ڈپلیکیٹ مہیا کرنا دشوار تھا۔''

''دیکھیے جناب! گھوڑا تین گھنٹے سے زیادہ یہاں نہیں روکا جا سکتا کیونکہ آج ہی کی تاریخ میں یہ ملا دو پیازہ کی شوٹنگ کے لئے بھی بک ہے۔''

''لیکن بھائی..... میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہیرو اسٹوری سن چکا تھا اس وقت اس نے قطعی نہیں کہا تھا کہ سرپٹ ڈپلیکیٹ سے کرائی جائے۔''

''تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔'' نووارد بولا۔ ''سرپٹ کے لئے میں ڈپلیکیٹ بنا جاتا

ہوں۔کلوز اپ بعد میں کر لیجئے گا۔''

''تب تو کام بن گیا۔ٹھیک ہے۔''حمید خوش ہو کر بولا۔''تمہیں ایک لومڑی کا تعاقب کرنا پڑے گا۔''

''شیر کا تعاقب کرنا ہو تب بھی فکر نہ کیجئے۔''نو وارد نے مسکرا کر کہا۔

''میں جا رہی ہوں۔''نیما بول پڑی۔

''اوہو.....ایسی بھی کیا جلدی۔کیا آپ نہیں دیکھنا چاہتیں کہ ہم اُس لومڑی کو کس طرح کنٹرول کرتے ہیں۔''

''نہیں.....!''وہ تیزی سے جیپ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔''کلارا آدھے گھنٹے میں نہ پہنچی تو دیکھنا اپنا حشر۔''

پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح تجربہ گاہ کی طرف چل پڑی تھی۔راستے میں اُسے ایک بڑے اجگر کو بھی کچلنا پڑا۔اسے راہ دینے کے لئے جیپ نہیں روکی تھی۔عمارت کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر گاڑی سے اُتری اور دوڑتی ہوئی عمارت میں داخل ہوگئی۔ڈاکٹر صدر دروازے سے نکل ہی رہا تھا۔اس سے ٹکراتی ٹکراتی بچی۔

''کیوں کیا ہے؟''

''بیک وقت دو دشواریاں.....کلارا موٹے کے ساتھ فرار ہوگئی۔مجھے اس پر کبھی اعتماد نہیں رہا تھا۔''

''فرار ہوگئی؟''

''اُسے جہنم میں جھونکو..... وہ لومڑی کو پنجرے سے نکالنے جا رہے ہیں۔ایک آدمی گھوڑے پر بیٹھ کر اُس کا تعاقب کرے گا۔''

''اُوہ.....دیکھوں گا۔''ڈاکٹر دانت پیس کر بولا اور تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا۔نیما اس کے پیچھے چل رہی تھی۔وہ بائیں جانب والے ایک کمرے میں داخل ہوا۔میز کی دراز کھول کر عجیب وضع کا لمبا سا پستول نکالا اور اس پر سائیلنسر فٹ کرنے لگا۔

''تم یہاں اس خبیث پر نظر رکھو، جو بیہوشی کا ڈھونگ رچائے پڑا ہے۔''ڈاکٹر نے نیما کی طرف مڑ کر کہا۔

''میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔''

''کیوں.....؟'' ڈاکٹر غرایا۔

''تم چنگیزی ہو.....غصہ آتا ہے تو عقل پناہ مانگ کر تم سے دور جا کھڑی ہوتی ہے۔''

''خاموش رہو۔'' وہ اُسے دوسری طرف دھکیل کر نکلا چلا گیا۔

نیا چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر اس کمرے کی طرف چل پڑی جہاں فلمی ہیرو ایک بڑی سی میز پر بیہوش پڑا تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی، ہیرو کراہ کر بائیں کروٹ ہو گیا۔ لیکن اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

لومڑی نے پنجرے سے نکل کر خیمے کا ایک چکر لگایا اور پھر باہر نکلی چلی گئی۔ کیمرہ مین جیپ پر بیٹھا تھا اور نو وارد ڈپلیکیٹ گھوڑے کی پشت پر نظر آ رہا تھا۔

لومڑی نے خیمے سے نکل کر ایک سمت دوڑنا شروع کیا۔ گھوڑا بھی حرکت میں آیا اور جیپ اس کے پیچھے چل پڑی۔ حمید کیمرہ مین کے قریب بیٹھا اُسے بہ آوازِ بلند ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ لومڑی نے وہی راستہ اختیار کیا تھا جو ڈاکٹر چنگیزی کی تجربہ گاہ کی طرف جاتا تھا اور اس راستے میں کوئی ایسی رکاوٹ بھی نہیں تھی جو گھوڑے اور جیپ کے لئے دشواریاں پیدا کر سکتی۔

لومڑی کسی پالتو کتے کی سی رفتار سے دوڑتی چلی جا رہی تھی اور اس کے اس رویئے سے ذرہ برابر بھی وحشت نہیں ظاہر ہوتی تھی۔ نہ اُسے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے گھوڑے کی پرواہ تھی اور نہ جیپ کا شور مچانے والا انجن ہی اس پر کسی طرح اثر انداز ہو سکا تھا۔ اچانک وہ اچھلی اور راستے کی بائیں جانب جا پڑی۔ اس کے بعد گھوڑا لڑکھڑایا تھا۔ اگر سوار چھلانگ لگا دینے میں ذرا سی دیر بھی لگاتا تو گرتے ہوئے گھوڑے کے نیچے دب کر اس کی بائیں ٹانگ کی

ہڈیاں کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی ہوتیں۔

پھر جیپ کا ایک ٹائر بھی دھماکے سے پھٹ گیا۔

''کور.....کور.....!'' گھوڑ سوار ایک درخت کے تنے کی اوٹ لیتا ہوا چیخا۔

جیپ پر بیٹھے ہوئے چار آدمیوں نے بھی بائیں جانب چھلانگ لگائی تھی اور اس کی اوٹ میں دبک گئے تھے۔ لومڑی بے حس و حرکت پڑی تھی اور گھوڑا تڑپ تڑپ کر کربناک آوازیں نکال رہا تھا۔

کئی منٹ گزر گئے۔ وہ اپنے کیمپ سے خاصے فاصلے پر تھے۔ حمید جیپ کے پاس سے ہٹ کر مردہ لومڑی کے قریب آ کھڑا ہوا۔ لومڑی کے داہنے پہلو پر گولی لگی تھی۔ گھوڑ سوار کا اب کہیں پتا نہ تھا۔ حمید نے اُسے آوازیں بھی دی تھیں لیکن جواب ندارد۔ گھوڑا ابھی زندہ تھا اور اس کے سر سے جیتا جیتا خون اُبل رہا تھا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسے کسی موقع کے لئے کوئی ہدایت فریدی کی طرف سے نہیں ملی تھی۔ وہ دوبارہ جیپ کی طرف واپس جا ہی رہا تھا کہ محدود دائرہ کار والے جیبی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر نکال کر منہ کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو.....!''

دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''جہاں ہو وہیں رہو۔''

''بے آواز فائر ہو رہے ہیں۔ لومڑی ماری گئی۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''گھوڑا مرنے والا ہے اور ڈپلیکیٹ غائب ہوگیا۔''

''فکر نہ کرو.....اب کوئی فائر نہیں ہوگا۔ وہیں ٹھہرو۔''

حمید نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔ اس کیس کے بارے میں اُسے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم تھا کہ فریدی ایک پُراسرار آدمی ڈاکٹر چنگیزی سے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فلم یونٹ کا کھڑاگ اسی لئے پھیلایا گیا تھا۔

اس نے مردہ لومڑی کو گھورتے ہوئے سوچا اس کمبخت کا نہ جانے کیا رول تھا اس ڈرامے میں۔ دفعتاً کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور حمید چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ مخالف سمت سے ایک اسٹیشن ویگن ان کی طرف بڑھی آ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر رکی اور اس پر

سے ڈاکٹر چنگیزی اُترا۔ نیما اسٹیرنگ کے سامنے ہی بیٹھی رہی۔ پچھلی نشست پر دو مسلح آدمی بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر چنگیزی نے انہیں بھی اُترنے کا اشارہ کیا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''خود کو ہمارے حوالے کردو۔ ورنہ انجام بُرا ہوگا۔''

''مم..... میں سمجھا نہیں ڈاکٹر۔''

''کلارا کی واپسی تک تم بطور یرغمال ہمارے پاس رہو گے۔ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر کلارا واپس نہ آئی تو تمہیں پولیس کے حوالے کردیں گے۔''

ڈاکٹر کے دونوں آدمیوں نے رائفلیں سیدھی کررکھی تھیں۔ حمید نے کنکھیوں سے انہیں دیکھا اور ڈاکٹر سے بولا۔ ''ذرا اُدھر دیکھئے۔ میرا تو دیوالہ ہی نکل جائے گا۔ وہ لومڑی مری پڑی ہے اور اُدھر وہ گھوڑا دم توڑ رہا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں۔''

''کسی نے بے آواز فائر کئے تھے اور یہ دیکھئے ایک گولی جیپ کے ٹائر کو بیکار کرگئی۔''

''گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔'' ڈاکٹر غرایا اور اس کے آدمی نے بڑھ کر رائفل کی نال حمید کی کمر سے لگادی۔

''آپ دیکھ رہی ہیں۔'' حمید نے نیما کو مخاطب کیا اور اس نے ناگواری سے اپنا منہ پھیر لیا۔

''اچھی بات ہے۔'' حمید اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''موٹے نے ہمیں دشواری میں ڈال دیا ہے۔ تم لوگ اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو، ورنہ کم از کم مجھے تو جیل جانا ہی پڑے گا۔''

اس کے تینوں ساتھی کچھ نہ بولے۔ وہ چپ چاپ اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گیا۔ اُس کے دونوں طرف مسلح آدمی بیٹھے تھے۔ نیما نے گاڑی بیک کرکے دوسری طرف موڑی۔ حمید ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ چہرے سے ناگواری مترشح تھی۔

''کیا بکواس کررہے ہو.....؟'' ڈاکٹر اگلی سیٹ سے غرایا۔

''ان مردود لڑکیوں کی جان کو رورہا ہوں جو فلمی اداکاروں پر مردہ چھپکلیوں کی طرح گرتی ہیں۔ آخر اس موٹے تھل تھل میں کیا رکھا تھا۔''

''تم اس یونٹ کے انچارج ہو۔ تم پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔'' ڈاکٹر بولا۔

''کیا فائدہ ایسے انچارج ہونے سے۔ مجھے تو اب وہ موٹا ہی انچارج معلوم ہورہا ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب واضح ہے۔ اگر مجھے انچارج سمجھتی تو اس کے ساتھ کیوں جاتی۔''

''اس بیہودہ بکواس کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا۔''

''عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ مجھے بطور یرغمال نہ رکھئے ورنہ آپ کو ان محترمہ سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''

''شٹ اپ.....!'' اس بار نیما کی آواز سنائی دی۔

''اللہ مالک ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

عمارت کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر اُسے گاڑی سے اتارا گیا اور دونوں اُسے رائفل دکھاتے ہوئے اندر لے چلے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس سے ریوالور بھی برآمد ہوگا اور جیبی ٹرانسمیٹر بھی اور پھر ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹر چنگیزی اب تک ان سے متعلق حقیقتاً اندھیرے میں نہ رہا ہو۔ اندر پہنچ کر ڈاکٹر نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''اسے بھی لے جاکر وہیں باندھ دو۔''

''باندھ دو کا کیا مطلب؟'' حمید نے ڈاکٹر کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں سوال کیا۔

لیکن وہ کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ نیما البتہ اب بھی ان کے ساتھ تھی۔

''میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا۔'' اس نے مسمسی صورت بنا کر نیما کو مخاطب کیا۔

وہ اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جارہی تھی۔ رائفل کی نال سے اسے پھر دھکیلا گیا اور ایک ایسے دالان میں لایا گیا جہاں مارگزیدہ ہیرو ایک ستون سے بندھا کھڑا تھا۔ نیما نے دوسرے ستون کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھہرو۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''اس بیچارے کو کیوں باندھ رکھا ہے۔''

''تم سب فراڈ ہو۔'' نیما نے جھنجھلا کر کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''یہ کون ہے؟'' نیما ہیرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولی۔

''ہیرو بننے کے خواب دیکھنے والا ایک بیوقوف نوجوان۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ زندگی بھر ہیرو نہیں بن سکے گا۔ پہلی ہی فلم میں جھگڑا کھڑا کر کے اس حال کو پہنچا۔''

''تم لوگ کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ باندھ دو۔'' نیما نے دونوں مسلح آدمیوں کو للکارا پھر

حمید سے بولی۔ ''یہ اسٹار کا کرائم رپورٹر انور ہے۔''

''میں نے کب کہا کہ نہیں ہے۔'' حمید ڈھٹائی سے بولا اور خود ہی اُس ستون کے قریب جا کھڑا ہوا جس کی طرف نیما نے اشارہ کیا تھا۔

''اس کا مطلب.....؟''

''سوال یہ ہے کہ تمہیں کسی رپورٹر کے اداکار بن جانے پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

نیما کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ڈاکٹر چنگیزی آ گیا۔

''پتا نہیں سب کہاں مر گئے۔'' وہ دہاڑتا ہوا آگے بڑھا اور رائفل والوں میں سے ایک اس کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ حمید نے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا۔ پھر اسی رائفل کا کندہ اس کے سر پر پڑا تھا اور دوسرے کے سنبھلنے سے پہلے ہی رائفل اس کے ہاتھ سے بھی نکل گئی۔ اس کے بائیں پہلو پر حمید کی لات پڑی تھی۔

''خبردار کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے۔'' حمید نے ڈاکٹر چنگیزی کے دل کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر چنگیزی کے ہاتھ اوپر اُٹھ گئے۔ دوسری رائفل انور کے پیروں کے پاس جا پڑی تھی۔ اسکے پیر آزاد تھے۔ اُس نے اُسے کچھ اور قریب کھسکا کر دونوں پیروں کے نیچے دبالیا۔

''اب تم دونوں اُٹھو اور اسی ستون سے ڈاکٹر چنگیزی کو باندھ دو'' حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

نیما ہکا بکا کھڑی کبھی حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی ڈاکٹر چنگیزی کی طرف۔ دفعتاً حمید کی پشت سے آواز آئی۔ ''رائفل زمین پر گرادو۔ ورنہ چھلنی ہوکر رہ جاؤ گے۔'' ساتھ ہی ٹامی گن کی باڑھ سامنے والی دیوار پر پڑی اور اس میں بڑا سا سوراخ ہوگیا۔ حمید نے رائفل زمین پر ڈال دی۔

''اور اب چپ چاپ ستون کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔''

دونوں نہتے آدمیوں نے جھپٹ کر اپنی اپنی رائفلیں اٹھالی تھیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے حمید کو بھی ستون سے باندھ دیا گیا۔

''کرنل فریدی..... اُدھر بیہوش پڑا ہے۔'' آنے والے نے کہا۔

''لل..... لیکن تم.....!'' ڈاکٹر چنگیزی ہکلایا۔

''بی راؤ۔''

''اوہ.....فریدی کہاں ہے؟''

''میرے ساتھ آؤ۔'' وہ دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ ڈاکٹر چنگیزی کسی پالتو کتے کی طرح اس کے پیچھے چلنے لگا تھا۔

''تم بھی جاؤ۔'' نیما نے ان کے چلے جانے کے بعد دونوں مسلح آدمیوں سے کہا اور پھر جب وہ بھی چلے گئے تو اس نے انور کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تم اپنے اخبار کے لئے کسی سنسنی خیز کہانی کی توقع پر بہت دور نکل آئے ہو۔''

''بعض پیشے ایسے ہی خطرناک ہوتے ہیں۔'' انور نے خشک لہجے میں کہا۔

''لیکن یہاں سے تو واپسی ناممکن ہوگی۔''

''ارے کیا وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے کہ مسلسل اسی سے بات کئے جارہی ہو۔'' حمید نے ہانک لگائی۔

''نہیں! تمہیں بھی لالہ زار بناؤں گی۔'' وہ اس کی طرف مڑ کر مسکرائی اور پھر ایک بڑا سا چاقو نکالا۔

''پہلے میری رسیاں کاٹنا۔'' حمید چہکا۔

''ضرور.....!'' وہ چاقو کھولتی ہوئی سرد لہجے میں بولی۔ ''پہلے تم ہی نوازے جاؤ گے۔ لیکن کیا تم مرنے سے پہلے اپنی اصلیت سے آگاہ نہیں کرو گے؟''

''ٹھہرو.....!'' دفعتاً ڈاکٹر کی آواز آئی۔ ''ایک اور بھی ہے۔''

حمید نے دیکھا کہ گھوڑ سوار ڈپلیکیٹ آہستہ آہستہ ان کی طرف چلا آرہا ہے۔ اُس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور بی راؤ کی ٹامی گن اس کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کے مسلح آدمیوں نے ڈپلیکیٹ کو تیسرے ستون سے باندھ دیا۔

''اب تم دونوں جاؤ۔'' ڈاکٹر چنگیزی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''چھت پر چڑھ کر چاروں طرف نظر رکھو۔''

وہ چلے گئے اور ڈاکٹر نے ڈپلیکیٹ کی طرف اشارہ کر کے نیما سے کہا۔ ''یہ کرنل فریدی ہے۔'' ڈپلیکیٹ کا سر جھکا ہوا تھا۔ نیما آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی اور ڈاکٹر کی

طرف دیکھ کر بولی۔ ''تو پھر میں پہلے اسی کے پہلو میں چاقو اتاروں۔''

''نہیں۔'' بی راؤ سخت لہجے میں بولا۔ ''میں اس قسم کی تفریح کی اجازت نہیں دوں گا۔ تینوں صحت مند ہیں۔ انہیں ایک ایک کر کے آپریشن تھیٹر میں پہنچاؤ۔ پہلے فریدی ہی کو لے چلو۔''

ڈاکٹر چنگیزی نے ڈپلیکیٹ کو دوبارہ ستون سے کھولا اور وہ دونوں اُسے وہاں سے کہیں اور لے گئے۔ نیما پھر ان قیدیوں کے ساتھ تنہا رہ گئی۔

''یہ بی راؤ کون صاحب ہیں؟'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''جن کے پیچھے چنگیزی صاحب دم ہلاتے پھر رہے ہیں۔''

''تمہیں اس سے کیا سروکار۔ تم اپنی خیر مناؤ۔'' نیما سرد لہجے میں بولی۔ ''ڈاکٹر چنگیزی میرے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔''

''تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔''

''خاموش رہو۔'' نیما غرائی۔ ''تمہاری زندگی ہی میں تمہارے جسموں سے سارا خون نچوڑ لیا جائے گا۔''

''اُوہو..... کیا مطلب؟'' اس بار انور بولا۔

''تمہارے لئے بڑی شاندار کہانی ہوتی مسٹر کرائم رپورٹر۔ لیکن افسوس کہ میں تم تینوں کو زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ جب تمہارے جسموں سے خون نچوڑا جا چکے گا تو میں تمہارے سینوں میں چاقو اتار دوں گی۔''

''مگر ہمارا خون تمہارے کس کام آئے گا۔''

''ایک بہت ہی خاص قسم کی فیڈ تیار کی جائے گی جسے سانپ کھا کر اپنی کھال موٹی کریں گے اور لومڑیاں سدھائے ہوئے کتوں کی طرح ہمارے کام آئیں گی۔''

''بھلا لومڑیوں سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟'' انور کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

''میں نہیں جانتی اور اب تم لوگ خاموش رہو۔'' نیما نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ حمید انور کو گھورے جا رہا تھا۔ آخر اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ ''آپ کس مرض کی دوا ہیں۔''

''کتوں کی طرح چہل قدمی کرنے والی لومڑی میری ہی دریافت تھی اور میں نے ہی اُسے پکڑوا کر کرنل صاحب کے حوالے کیا تھا۔''

''تو یہ مصیبت تمہاری ہی لائی ہوئی ہے۔''

''اور جس وقت وہ لومڑی پکڑی گئی تھی اس کے جسم سے ایک چھوٹا سا خودکار مووی کیمرہ بندھا ہوا تھا جس میں آٹھ ملی میٹر کی فلم چل رہی تھی۔''

''کہاں ملی تھی وہ لومڑی؟''

''انہی اطراف کے ایک ممنوعہ علاقے میں، جہاں ریڈار اسٹیشن بنایا جارہا ہے۔''

''کب سے یہ چکر چل رہا تھا؟''

''قریباً ایک ماہ سے۔''

''اس وقت مجھے تمہاری شکل لومڑی ہی کی سی لگ رہی ہے۔'' حمید انور کو گھورتا ہوا بولا۔

اتنے میں نیما پھر آئی۔ اس بار بی راؤ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے ٹامی گن بغل میں دبا رکھی تھی۔ نیما نے ان دونوں کو کھول دیا اور بی راؤ نے انہیں کور کئے ہوئے آگے چلنے کو کہا۔

وہ آپریشن تھیٹر میں آئے۔ ڈپلیکیٹ ایک میز پر چت پڑا نظر آیا۔ اس کا جسم چمڑے کے تسموں سے جکڑا ہوا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' بی راؤ نے دو کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا جو قریب ہی پڑی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے نیما سے کہا تھا کہ وہ دوسری میز بھی تیار کرے۔ ڈاکٹر چنگیزی ڈپلیکیٹ کے جسم سے خون نکالنے کی تیاری کر رہا تھا۔ بی راؤ نے اسے رک جانے کا اشارہ کیا۔ نیما دوسری میز تیار کر چکی تو اس نے حمید اور انور کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اب تم دونوں! ڈاکٹر چنگیزی کو اس میز پر لٹا کر اس کا جسم تسموں سے کس دو۔''

''کیا مطلب.....؟'' ڈاکٹر پلٹ کر غرایا۔

''ظاہر ہے کہ اب تم بی راؤ کے لئے بیکار ہو چکے ہو کیونکہ پولیس تم پر شبہ کرنے لگی ہے۔ اس لئے آخری کھیپ کچھ زیادہ ہی ہونی چاہئے۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔''

''کیا تم دونوں نے نہیں سنا۔'' بی راؤ ٹامی گن کو جنبش دے کر بولا۔

وہ دونوں اٹھے ہی تھے کہ نیما بولی۔ ''ڈاکٹر ہوشیار۔ یہ بی راؤ نہیں معلوم ہوتا۔''

''تمہارا خیال درست ہے لڑکی۔'' بی راؤ مسکرایا۔ ''اس وقت کرنل فریدی غداروں سے

مخاطب ہے۔"

"اوہ.....!" ڈاکٹر چنگیزی مٹھیاں بھینچ کر غرایا اور ٹامی گن کی پرواہ کئے بغیر فریدی پر چھلانگ لگادی۔ لیکن اس سے قبل ہی انور ان کے درمیان آچکا تھا۔ نیما کا چاقو ایک بار پھر نکل آیا۔ اس نے حمید پر حملہ کیا تھا۔ حمید غافل نہیں تھا ورنہ جچا تلا ہاتھ دل ہی پر پڑا ہوتا۔ اُس نے نیما کی کلائی پکڑلی اور نیما نے اچھل کر بائیں ہاتھ سے اس کے بالوں پر جھپٹا مارا۔

ڈاکٹر نے انور کو فریدی پر دھکیل کر دروازے میں چھلانگ لگائی تھی۔ پھر انور اور فریدی تو اس کے پیچھے جھپٹے تھے اور نیما حمید سے گتھی رہ گئی تھی۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن وہ کسی ہزار پا کی طرح حمید سے چمٹی ہوئی تھی۔

"شکریہ..... شکریہ۔" حمید ہولے ہولے کراہتا ہوا بولا۔ "جسم میں بڑا درد ہے۔"

"میں..... تمہیں پیس کر رکھ دوں گی۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "کیا سمجھتے ہو۔"

"میں تمہیں بہت عقل مند سمجھتا ہوں۔ تم سرکاری گواہ بن کر بھی اپنی جان بچا سکتی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بچالوں گا۔"

دفعتاً نیما کی گرفت ڈھیلی پڑگئی اور اس نے ہسٹریائی انداز میں چیخ چیخ کر رونا شروع کردیا۔

"ارے..... ارے بالکل احمق ہو۔ میں کہتا ہوں، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں نے تو تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ ڈاکٹر پر لعنت بھیجو اور چلو میرے ساتھ۔"

اچانک عمارت کے کسی حصے سے دھماکے کی آواز آئی اور پھر ایسا محسوس ہوا جیسے پوری عمارت گر ہی جائے گی۔

"بھاگو.....!" نیما چیختی ہوئی دروازے کی طرف جھپٹی۔ "وہ ڈائنا مائیٹ سے سب کچھ تباہ کررہا ہے۔"

جیسے ہی وہ باہر نکلے ایک دھماکہ پھر ہوا اور عمارت کا مزید کچھ حصہ ڈھیر ہوگیا۔ گرد و غبار اور دھوئیں کی وجہ سے دم گھٹنے لگے تھے۔ اس وقت حمید نے یہی مناسب سمجھا کہ صرف نیما کو نظر میں رکھے۔ کیونکہ وہ بہرحال جان بچانے کے لئے باہر ہی نکل جانے کی کوشش کرتی۔ ظاہر تھا کہ اُسے کسی غیر مخدوش راستے کا علم ضرور ہوگا، لیکن اس وقت اسے وہ ڈپلیکیٹ یاد آگیا جسے بحالت اضطرار بھول ہی گیا تھا۔ پھر وہ بے تحاشہ اسی کمرے کی طرف پلٹ پڑا۔

ڈپلیکیٹ خود کو تسموں سے آزاد کر لینے کے لئے جدوجہد میں مصروف نظر آیا۔ حمید نے بڑی پھرتی سے نیما کا چاقو اٹھایا جو وہیں فرش پر پڑا رہ گیا تھا۔ پھر جھپٹ کر وہ اس کے قریب پہنچا اور تسمے کاٹنے لگا۔

پھر ایک اور دھماکہ ہوا اور قبل اس کے حمید سنبھل سکتا اسی کمرے کی چھت نیچے آرہی۔ اس کا ذہن غبار اور دھوئیں کی یلغار کی نذر ہوتا چلا گیا اور پھر..... مکمل تاریکی۔

درندہ

حمید کو ہوش آیا تو اپنے ہی کراہنے کی آواز کانوں میں گونجتی محسوس ہوئی۔ پورا جسم ایک دکھتا ہوا پھوڑا لگ رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے پڑا کراہتا رہا۔ فوری طور پر آنکھیں کھول دینے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ اُسے یاد آیا کہ اُس نے ڈپلیکیٹ کے تسمے کاٹتے وقت کمرے کی چھت گرتے دیکھی تھی اور اس کے بعد..... اس کے بعد..... لیکن اب تو گھٹن کا احساس بھی نہیں تھا۔ تو کیا؟ تو کیا؟ اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔

چاروں طرف زرد رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ دھند چھٹتی گئی اور در و دیوار صاف نظر آنے لگے۔ وہ شائد کسی ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں تھا۔ اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے کیونکہ اب ذہن پر پوری طرح قابو پا چکا تھا۔ کراہیں تو نیم بیداری کی حالت میں نکلتی رہی تھیں۔ پھر تین چار منٹ کے اندر ہی اندر اس کے گرد نرسوں اور ڈاکٹروں کی بھیڑ لگ گئی تھی اور اُسے معلوم ہوا کہ وہ دو دن تک بیہوش رہا تھا۔ لیکن آس پاس کوئی ایسا نظر نہ آیا جس سے وہ اپنی بیہوشی کے بعد کے واقعات معلوم کر سکتا۔ اس نے ایک نرس سے کہا۔ ''یہاں بستر کے قریب فون بھی ہونا چاہئے۔''

''بہت اچھا جناب۔'' اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

فون آنے پر اس نے سب سے پہلے فریدی کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ لیکن ناکامی ہوئی تھی۔

پھر انور سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بھی نہ اپنے آفس میں موجود تھا اور نہ فلیٹ میں۔ محکمے کے کسی دوسرے فرد سے اس سلسلے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تھک ہار کر قاسم کے نمبر ڈائیل کیے اور دوسری طرف سے اسی کی آواز آئی اور پھر حمید کی آواز پہچان کر چہکا تھا۔

''الا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ میں تمہیں پہلے ہی معاف قر چکا ہوں۔''

''کیوں؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ اچھا وہ لڑکی کہاں ہے کلارا؟''

''کباڑا ہوگیا..... اے راستے ہی میں قرنل صاحب نے دھر لیا تھا اور لونڈیا کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔''

''وہ کہاں مل گئے تھے؟''

''اسی ٹرک پر تو تھے جس پر گھوڑا آ رہا تھا۔ کل مجھ سے ملے تھے۔ کہنے لگے تم پر اغوا کا کیس قائم ہوجائے گا۔ اس لئے چپ چاپ رہو۔ قوئی یکین نہیں کرے گا کہ وہ لڑکی خود ہی تمہیں بھغا لائی تھی۔ وہی یہ بھی بتا رہے تھے کہ تم گھوڑے پر سے گر کر بیہوش ہوگئے ہو۔ لیقن اسپتال قا پتا نہیں بتایا تھا۔''

حمید نے اندازہ کرلیا کہ فریدی نے قاسم کو ہسپتال تک کا پتہ بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس لئے اس نے مزید کچھ کہے بغیر فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔ ویسے اس گفتگو کے بعد وہ مطمئن ہوگیا تھا کہ فریدی بخیر و عافیت ہے۔ لیکن وہ..... ڈپلیکیٹ..... وہ بیچارہ..... پتہ نہیں اس کا کیا حشر ہوا ہو۔ اس کے سارے تسمے بھی تو وہ نہیں کاٹ سکا تھا۔ آخر اُسے اس طرح بندھوا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ سوچتے سوچتے اس کا سر چکرانے لگا اور وہ ایک بار پھر گہری نیند سوگیا۔

وہ ڈھائی گھنٹے بعد خود ہی جاگا تھا اور سب سے پہلے کرنل فریدی پر نظر پڑی تھی۔

''خدا کا شکر ہے کہ تم اب خطرے سے باہر ہو۔'' فریدی بولا۔

''لیکن وہ ڈپلیکیٹ۔''

''تمہیں سن کر حیرت ہوگی کہ اس کے جسم پر معمولی سی خراش بھی نہیں آئی۔ اسی نے بتایا تھا کہ تم اسے بچانے کے سلسلے میں زخمی ہوئے تھے۔''

حمید نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اب وہ کچھ بھی معلوم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ فریدی نے بھی کیس سے متعلق کوئی ذکر نہ چھیڑا۔

تین دن بعد جب وہ کسی حد تک چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو ذہن میں پھر وہی خلش بیدار ہونے لگی اور اس کے استفسار پر فریدی نے کہا۔ ''اگر تم قاسم کو ساتھ نہ لے جاتے تو حالات میرے قابو سے باہر ہوجاتے۔ وہ محض اتفاق نہیں تھا کہ کلارا قاسم کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ دراصل وہ اُس سے ہم لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی اور چنگیزی ہی کی ہدایت پر اس نے یہ قدم اٹھایا تھا لیکن میں نے انہیں راستے ہی میں روک لیا۔ لڑکی جلد ہی نروس ہوگئی تھی اور سب کچھ اگلنا شروع کردیا تھا۔ اس نے کسی بی راؤ کا ذکر کیا، جو ڈاکٹر چنگیزی سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا کرتا تھا لیکن چنگیزی سے کبھی ملا نہیں تھا۔ اس کے پیغامات سرحد پار سے آتے تھے۔''

''چنگیزی نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں.....اسی لئے مجھے بی راؤ بننے میں آسانی ہوئی تھی۔''

''چکر کیا تھا.....؟''

''انسانی خون کی اسمگلنگ..... یوں سمجھ لو کہ انسانی خون سے ایک ایسی غذا تیار کی جاتی تھی جسے کھا کر سانپ اپنی کھال موٹی کرتے تھے اور لومڑیاں اپنا مزاج بدل دیتی تھیں۔ یعنی پالتو کتوں کی طرح سراغ رسانی کرسکتی تھیں۔ جب انور کے ہاتھ ایک ایسی لومڑی لگی تو مجھے نازی جرمنی کے ایک سائنٹسٹ کا کارنامہ یاد آ گیا جس نے یہودیوں کے خون سے ایسی ہی ایک چیز تیار کی تھی۔ بہرحال اُس لومڑی کی دریافت کے بعد ہی میرے ایک انفارمر نے مجھے اطلاع دی کہ اسٹار آئرن فیکٹری سے لوہے کے ڈرموں کی کھیپیں نکلتی ہیں اور سرحد کے ایک قریبی علاقے میں ڈلوادی جاتی ہیں۔ اسی انفارمر کی مارگزیدگی کے بارے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں اور اب یہ بات پوری طرح کھل گئی ہے کہ ڈاکٹر چنگیزی دیہاتیوں کو اپنے ایسے سانپوں سے ڈسواتا تھا، جو زہریلے نہیں ہوتے تھے۔ پھر انہیں علاج کے بہانے اپنی تجربہ گاہ میں اٹھوالے جاتا، اور بیہوش کرکے اُن کے جسموں کا زیادہ تر خون نچوڑ لیا کرتا تھا۔ بہرحال اس نے چند لومڑیوں پر اس کا تجربہ کیا تھا۔ انور کے ہاتھ لگنے والی لومڑی انہی میں سے ایک تھی اور اس نے کیمپ کے پنجرے سے نکل کر چنگیزی کی تجربہ گاہ ہی کا رخ کیا تھا۔ اسی لئے وہ ختم کردی گئی۔''

''تو وہ مردود ہمارا خون سرحد پار کی لومڑیوں کے لئے بھجواتا رہا تھا۔''

''ہاں.....حمید صاحب! آدمی جب درندگی پر اُتر آتا ہے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی کسی کتے کو دوسرے کتے کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔''

''چنگیزی کا کیا ہوا.....؟''

''اپنے پورے کاروبار سمیت فنا ہو گیا۔ ملبے سے اس کی کچلی ہوئی لاش برآمد ہوئی ہے۔ صرف نیما اور کلارا ہی ہاتھ لگ سکیں۔ دوسرے ملازمین اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے تھے کہ ڈاکٹر چنگیزی سانپوں کا زہر نکالتا ہے اور اُن کی کھالیں ایکسپورٹ کرتا ہے۔ حکومت سے ایڈ لیتا تھا اور اتنا ذی اثر تھا کہ معمولی حالات میں اس پر ہاتھ ڈالنا دشوار ہو جاتا۔ اسی لئے اتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ میرا اپنا ایک کوبرا بھی ضائع ہو گیا، جو انور اس لئے ساتھ لے گیا تھا کہ ڈاکٹر کی تجربہ گاہ میں بحیثیت مارگزیدہ کچھ وقت گزار سکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مشکل آسان ہونے میں قاسم ہی کی حماقت کام آئی تھی۔ کلارا کا بروقت ہاتھ آجانا بے حد سود مند ثابت ہوا۔''

''سیٹھ اکرام کا کیا قصہ تھا.....؟''

''کچھ بھی نہیں..... وہ صرف اسمگلر ہے اور کئی قسم کے ادارے غیر قانونی طور پر قائم کرر کھے ہیں۔ دو چار دن بعد وہ بھی جیل ہی میں نظر آئے گا۔''

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''کم از کم دو ماہ کی چھٹی کی درخواست کروں گا۔ کیا خیال ہے۔''

''ضرور.....ضرور..... میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کچھ دنوں کے لئے ملک سے باہر بھجوا دوں۔''

حمید نے مسکرانے کی کوشش کی تھی، لیکن بائیں جبڑے پر چڑھے ہوئے پلاسٹر نے اس کی اجازت نہ دی۔

ختم شد